جلد ۱۶ نمبر ۳

انصار الدین

مئی و جون ۲۰۱۹ء
ہجرت احسان ہجری شمسی ۱۳۳۰ء



خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ایک مقدس عہد

"أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کے آخری لحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لیے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف رکھیں گے۔ اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر کونے میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخری دم تک جہد و جہد کرتے رہیں گے۔ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفید ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن "۔

(الفضل انٹرنیشنل 13 رجون 2008ء)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 16 نمبر 3 مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ مئی و جون 2019ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: ضیاء الرحمٰن

مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، میر انجم پرویز، حبیب الرّحمٰن غوری۔

مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر ملک

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (التحریم آیت 7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

اس آیت کریمہ میں مومنوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اپنی بھی اصلاح کرتے رہو اور اپنی اولاد کی بھی فکر رکھو اور ان کی نگرانی کرتے رہو۔اُن کی تربیت کی طرف بھی توجہ دو کیونکہ کسی قوم کی ترقی اور رفعت کا دارومدار آئندہ نسل کی تربیت اور اعلیٰ اخلاق پر ہوتا ہے۔اُن کی تربیت واصلاح کی طرف توجہ نہ دی جائے تو اہل وعیال فسق وفجور، بداخلاقی اور فحشاء میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کے نتیجہ میں غضبِ الٰہی کی آگ اُن پر بھڑکنا شروع ہو جاتی ہے اور اِسی آگ سے بچنے اور بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تاکیداً ارشاد فرمایا ہے۔اسی طرح آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے کہ وہ ساری عمر اس کے کام آئے گا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اُس کو متقی اور دین دار بنانے کے لئے سعی اور دُعا کرو۔جس قدر کوشش تم اُن کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اُسی قدر کوشش اِس امر میں کرو۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 144)

چنانچہ ایسے ارشادات کا علم ہونے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم ان پر عمل کر کے اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔لیکن اگر ہم نے ایسا نہ کیا، اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں عائدان ذمّہ داریوں کی ادائیگی میں ناکام رہے اور ایک ایسی نسل پیچھے چھوڑی جن کا کردار قابلِ مذمّت ہوا تو ہم اس کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

دَورِ حاضر میں ہر طرف فسق وفجور اور معصیت کا بازار گرم ہے اور معاشرے میں لامذہبیت اور اخلاقی بے راہروی بڑی تیزی سے سرایت کر رہی ہے جبکہ والدین روزگار کے حصول کی تگ ودَو میں باوجود کوشش وخواہش کے بچوں کیلئے بہت کم وقت نکال پاتے ہیں اور عام طور پر بچوں کی دینی واخلاقی تربیت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔انفارمیشن ٹیکنالوجی نے معلومات کا سیلاب برپا کر رکھا ہے جہاں اچھی بُری معلومات ہر چھوٹے بڑے کی دسترس میں ہیں جس سے بچوں کے ناپختہ ذہنوں کیلئے اِردگرد کا ماحول دن بدن مزید پراگندہ اور خطرناک ہوتا جا رہا ہے اور دجّالی طاقتوں نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ پوری دُنیا میں برائی کی نمائش وتشہیر کے جو جال پھیلا رکھے ہیں ان کے بداثرات سے بچے محفوظ نہیں ہیں۔اس ماحول میں بڑوں اور خاص طور پر انصار جو بالعموم سربراہِ خانہ ہوتے ہیں کی ذراسی غفلت بچوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔اس لئے انصار کو نہایت چوکس رہ کر اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ رہنے کی ضرورت ہے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

❁......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو۔ایک دوسرے کونقصان پہنچانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ایک دوسرے سے پیٹھ نہ موڑو یعنی بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔اس کی تحقیر نہیں کرتا اس کو شرمندہ نہیں کرتا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''تقویٰ یہاں ہے۔''اور یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے۔پھر فرمایا:

''انسان کی بدبختی کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ہر مسلمان کا خون،مال اور عزت اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔''(صحیح مسلم کتاب البر والصله والآداب۔ باب تحریم ظلم المسلم ......)

❁......حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ تربیت یافتہ نیک اولاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

یقیناً آدمی کا درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے(اس کی وفات کے بعد)۔وہ کہتا ہے میرا درجہ کیسے بلند ہوگیا؟ اسے جواب دیا جاتا ہے کہ تیرے لئے تیرے بچے کی دعا کے سبب سے(یعنی تیرے لئے تیری اولاد نے دعا کی)اس وجہ سے تیرا درجہ بلند ہوا۔

(سنن ابنِ ماجه کتاب الادب باب برالوالدین)

❁......حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: سب سے زیادہ ابتلا کن پر آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء پر۔پھر جو اُن کے قریب تر ہوں۔پھر جو اُن کے قریب تر ہوں۔انسان اپنے دین کی مضبوطی کے حساب سے آزمایا جاتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد باب فی الصبر علی البلاء حدیث نمبر2322)

❁......حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اس خوشی میں اپنے سارے مال سے دستبردار ہو کر اسے اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا:

کچھ اپنے لئے بھی رکھ لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔(اس پر انہوں نے کہا کہ مَیں خیبر کی زمین اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔)

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا صدقة الا عن ظهر غنی)

❁......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں بہت سی نعمتیں اور فتوحات دے گا۔تم میں سے جس کو یہ سب نصیب ہو وہ خدا کا تقویٰ اختیار کرے۔نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

(جامع ترمذی کتاب الفتن باب النھی عن سب الریاح حدیث نمبر2183)

❁...... حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص محض شہرت کی خاطر کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رُسوا کردے گا اور جو ریاکاری سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری سب پر ظاہر کردے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعة حدیث نمبر 6018)

امام الکلام ۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

گالیوں کا جواب گالیوں سے نہ دیں

''یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں، لیکن میں ان کی گالیوں کی پروا نہیں کرتا اور نہ اُن پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گالیاں دیں، کفر کے فتوے لگائیں، جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے اِفترا اور بہتان لگائیں۔ وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام لا کر میرا مقابلہ کر لیں اور دیکھ لیں کے آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں ان کی گالیوں کی اگر پروا کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے مجھے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے، اس لیے جہاں میں ان کی گالیوں کی پروا نہیں کرتا۔ میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کو مناسب ہے کہ اُن کی گالیاں سُن کر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں، کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔ وہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نُور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل وفکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نُور سے نُور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لیے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 132۔ ایڈیشن 2003ء)

''اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو۔ پیغمبر خدا ﷺ نے مکہ میں تیرہ برس دکھ اٹھائے۔ تم لوگوں کو اس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہؓ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے۔ اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چپ ہو جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص دکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خط اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اسے دکھ پر دکھ پہنچتا ہے تو آخر حمایت کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 543-544۔ ایڈیشن 2003ء)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آئندہ نسلوں کی تعلیم وتربیت کے حوالہ سے انصار کو خصوصیت سے جو ارشادات فرمائے ہیں اُن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یاد رکھنا چاہیے:

❁...... ''جماعتی ترقی ہمارے اپنے بچوں کی تربیت سے وابستہ نہیں بلکہ ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہر حالت میں جماعت سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے۔ جماعت اور اسلام کا غلبہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے...... اگر ہماری تربیت کا حق ادا کرنے میں کمی ہماری اولادوں کو دین سے دُور لے جاتی ہے...... تو اس سے دین کے غلبے کے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں جو کمزوری دکھاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔۔ پس اس اہم بات کو اور یہ بہت ہی اہم بات ہے ہمیں ہمیشہ ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کی تربیت کی فکر کی ضرورت ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد ہشتم صفحہ 507)

❁...... ''جو تربیت کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت غفلت برتی جاتی ہے اور جب ہاتھ سے نکلنے لگتی ہے تو اس وقت بے بسی کی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ مومن تو آسائش کے وقت بھی خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی نعمتوں کے شکر سے غافل نہیں ہوتے۔ اس لئے اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور ان پر معاشرے کے غلط رنگ کبھی نہ چڑھنے دیں۔ انہیں تقویٰ کے رنگوں سے مزین کریں۔ انہیں نمازوں کا عادی بنائیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ان کی نیکیوں اور دین کی خدمت کی باتیں آپ کے لئے فخر کا باعث ہونی چاہئیں۔ اگر آپ متقی اور دیندار اولاد چھوڑ جائیں تو یہی وہ متاع ہے جو آخرت میں بھی آپ کے کام آئے گی...... اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح اور اولاد کی نیک تربیت پر دھیان دیں۔''

(سالانہ اجتماع انصاراللہ جرمنی 2011ء کے موقع پر حضور انور کا پیغام)

❁...... ''یاد رکھیں کہ انصاراللہ کی سب سے اہم ذمہ داری نئی نسل کی تربیت ہے۔ اگر انصار اپنے بچوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ایک اہم مقصد کو حاصل کرنے والے ٹھہریں گے۔''

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 155)

❁...... ''آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ انصار کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ ان کے بچے نمازیں پڑھنے والے ہوں قرآن کریم کی تلاوت کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔''

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ انصاراللّٰہ سنگاپور۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28اپریل 2006ء)

رُوحانیت کا موسم بہار......رمضان المبارک

(رانا عبدالرزاق خان)

روزہ ایک روحانی عبادت ہے جس سے روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے اخلاق میں بہتری، اس کے خیالات میں جلا، اور اس کی قلبی کیفیات میں نور پیدا ہوتا ہے۔ روزہ روحانی ورزش کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ قرآن مجید کا نزول اسی مبارک مہینہ میں ہوا تھا۔ اور اس کی بکثرت اور خصوصی تلاوت اس ماہ میں ہوتی ہے۔ اس کے برکات سے اہل ایمان بہرہ ور ہوتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ روحانی رنگ میں موسم بہار کا حکم رکھتا ہے، ایمان کے شگوفے کھلتے ہیں۔ پھول اور پھل لگتے ہیں۔ دلوں میں سرسبزی و شادابی پیدا ہوتی ہے۔ مبارک وہ جو اس مبارک مہینہ کی برکات سے پورے طور پر فائدہ حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اسی وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔'' (کشتی نوح)

ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا: ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآن سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے۔ اور تجلی قلب سے مُراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنزل فِيه القُران میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

کشت ایمان کی آبیاری جن قربانیوں سے ہوتی ہے، قصر دین جن بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، خزانہ روحانیت کی حفاظت جن مضبوط پہریداروں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک زبردست بنیاد اور محکم ذریعہ روزہ ہے۔ بعض روحانی امراض کا علاج صرف روزہ ہے۔ انجیل میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مسیحؑ کے شاگرد ایک جن (روحانی بیماری) کو دور نہ کرسکے۔ مسیحؑ نے اسے دُور کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کام ہم کیوں نہ کرسکے؟ اس پر حضرت مسیحؑ نے فرمایا: ''اما هذا الجنس فلایخرج الا بالصلوة والصوم'' کہ یہ قسم بیماری نماز اور روزہ کے بغیر دُور نہیں کی جاسکتی۔ (انجیل متی 21-17) روزہ ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ انسان محتاج اور فانی ہونے کے باوجود اپنے ربّ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ہر دم کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کا محتاج ہے۔ لیکن اپنے آقا کے حکم پر ایک مہینہ بھر کے لیے وہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے، ازدواجی تعلقات سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ ایک مؤثر مجاہدہ ہے۔ اس سے انسان کی روح صیقل ہو جاتی ہے اور اس کے بدن میں روحانی کرنیں حلول کرتی ہیں۔ درحقیقت تمثیلی زبان میں انسان عاشقانہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ اپنے محبوب آقا کی رضا کے لئے مجھے اپنی جان قربان کرنی بھی منظور ہے اور اپنی نسل کو اس راہ میں قربان کرنا بھی گوارہ ہے۔ یہ خاموش اعلان اگر دل کی گہرائیوں سے ہو تو کتنا اثر انگیز اور کس قدر روح پرور ہے۔ سچ مچ اس سے کشت ایمان لہلہانے لگتی ہے۔ نخل روحانیت بارور ہو جاتی ہے اور انسان اپنے آپ کو خدا کی گود میں پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرما کر مومنوں پر احسان فرمایا ہے۔ اس نے ان کی خفتہ قوتوں کو بیدار کر دیا ہے۔ اور انہیں عام حیوانی سطح سے اٹھا کر فضائے نور و روحانیت میں پہنچا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کا تعلق رمضان مبارک سے ہے۔ اور لیلۃ القدر وہ رات ہے جب قلب مومن خدا کا عرش بن رہا ہوتا ہے اور فرشتے اور جبرائیل اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور وہ انسان خدا سے شرف ہم کلامی حاصل کرتا ہے۔ ایسی گھڑی کا میسر آنا یقیناً زندگی بھر سے بہتر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہر رمضان المبارک اس کی زندگی کا موسم بہار ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو موسم بہار کے پھلوں اور پھولوں سے اپنے دامنوں کو بھر لیں اور سفر آخرت کے لئے بہتر زاد راہ حاصل کر لیں۔ رمضان المبارک چمنِ روحانیت کے لئے موسم بہار ہے۔ اس سے دلوں میں نور اور نیّات و عزائم میں تازگی پیدا ہوتی ہے، مومن کی رگ رگ میں زندگی دوڑ جاتی ہے، مرجھائے ہوئے پودے ہرے ہو جاتے ہیں اور ٹنڈ منڈ درختوں میں پتے، شگوفے، پھول اور پھل نظر آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم (البقرہ:184-186) میں فرماتا ہے: اے مومنو! تمہارے متقی بننے کے لئے ہم نے تم پر اسی طرح چند مقررہ ایام کے روزے فرض کئے ہیں جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں بیماری اور سفر کے دوران چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرے۔ جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو (دائم المریض وغیرہ) وہ ایک مریض کا کھانا بطور فدیہ دے دیں۔ جو شخص نیکی کو شوق سے اور بڑھ چڑھ کر کرے گا تو یہ اس کے لئے بہت بہتر ہوگا۔ اگر تم سمجھو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے مفید اور بابرکت ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس قرآن مجید کا نزول ہوا جو تمام جہانوں کے لئے احکام ہدایت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہدایت کے بیّنات بھی ہیں اور فیصلہ کن محکم دلائل بھی ہیں۔ پس جو شخص اس مہینہ میں حاضر ہو، بیمار اور مسافر نہ ہو اُس پر اس کے روزے رکھنا فرض ہے۔ ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے ایام میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا۔ تاتم مقررہ تعداد پوری کرسکو اور اس ہدایت پر جو تمہیں اللہ نے دی ہے اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔ تاتم اس کے شکرگزار بندے قرار پاؤ۔''

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ شعبان

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

(کلیم احمد کِم)

عبدالعزیز بن مروان بنوامیہ کے ایک پڑھے لکھے شہزادے تھے۔ آپ نے قرآن، علم حدیث اور فقہ اس وقت کے مشہور صحابہ سے حاصل کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے بھی شاگرد تھے۔ آپ کی شادی حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عاصم کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ حضرت عاصم کی بیوی وہ خاتون تھیں جن کے بارہ میں تاریخ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت عمرؓ اپنے غلام اسلم کے ساتھ گشت پر نکلے کہ لوگوں کا حال احوال پتہ لگے۔ حضرت عمرؓ ایک گھر کے پاس سے گزرے اور اندر سے آواز آئی کہ بیٹا اب گزارہ مشکل ہو رہا ہے، دودھ میں پانی ملا لو کچھ زیادہ پیسے مل جائیں گے۔ لڑکی نے جواب میں کہا کہ خلیفہ حضرت عمرؓ نے ملاوٹ کرنے سے منع کیا ہوا ہے، مَیں تو دودھ میں پانی نہ ڈالوں گی۔ ماں بولی کہ کونسا حضرت عمرؓ اس وقت دیکھ رہے ہیں، تم پانی ملا لو۔ لڑکی نے کہا کہ اگرچہ حضرت عمرؓ نہیں دیکھ رہے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ جب گھر گئے تو اس لڑکی کے بارہ میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ لڑکی کا تعلق بنی ہلال سے ہے۔ حضرت عمرؓ اس کی دیانتداری پر بہت خوش ہوئے اور اپنے بیٹے عاصم کو کہا کہ جاؤ اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لو، ممکن ہے کہ یہ ایسی اولاد کو جنے جو عرب کی زینت بنے۔ چنانچہ حضرت عاصمؓ نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ حضرت عاصمؓ کے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں ان میں سے ایک کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حلوان کے مقام پر پیدا ہونے والے ایک خوبصورت بچے کا نام اُس کے والدین نے عمرؔ رکھا۔ آپ بچپن سے ہی بہت ذہین وفطین تھے۔ آپ کے والد محترم نے آپ کی صلاحیتوں کو جان کر چھوٹی عمر میں ہی آپ کو حضرت عبیداللہ بن عبداللہ سے قرآن کے علم کے حصول کے لئے مدینہ بھیج دیا۔ آپ کی تربیت میں حضرت صالح بن کیسان کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ باقاعدگی کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس جایا کرتے تھے جو آپ کے رشتہ میں نانا لگتے تھے لیکن آپؒ اُن کو چچا کہتے تھے اور اپنی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ مَیں نے چچا کی طرح بننا ہے۔ ماں کہتی تھی کہ ہاں تم بنو گے۔

جب مروان نے عبدالعزیز بن مروان کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا تو آپ نے اپنی بیوی کو کہا کہ ننھے عمر کو لے کر مصر چلی آؤ لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اس بچے کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اُن کی سپردگی میں دے دیا اور خود مصر چلی گئیں۔ عبدالعزیز بن مروان نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ میرا بیٹا مدینہ میں تعلیم و تربیت کے لئے ٹھہر گیا ہے تو عبدالملک نے اس ننھے بچے کا وظیفہ ایک ہزار اشرفیاں ماہوار مقرر کر دیا۔

جب عمر بن عبدالعزیز اپنے والد کو ملنے مصر گئے تو وہاں گدھے کی سواری کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے۔ اس وقت بنوامیّہ میں یہ بات مشہور تھی کہ بنی امیّہ میں ایک شخص زخمی ہو گا اور وہ اقتدار میں آ کر عدل و انصاف قائم کرے گا۔ (ابن کثیر)۔ چنانچہ آپ کے بہتے ہوئے خون کو آپ کے والد پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جا رہے تھے: ان کنت اشبح بنی امیّہ انّک اذاً سعید۔ اگر تم اشج (زخمی) بنی امیّہ ہو تو پھر تو بڑا مبارک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ، حضرت صالح بن کیسانؒ، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت انس بن مالکؓ کی تربیت نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ کے والد بھی آپ کی کارگزاری کی رپورٹ گاہے بگاہے آپ کے اساتذہ سے لیتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ نماز میں دیر سے پہنچے تو حضرت صالح بن کیسانؒ کے پوچھنے پر بتایا کہ مجھے بال بنانے میں دیر ہو گئی۔ جب یہ بات آپؒ کے والد محترم کو پتہ چلی تو انہوں نے ایک آدمی کو بھیج کر آپؒ کے بال کٹوا دئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس نہج پر آپؒ کی تربیت کا خیال رکھا جاتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے کئی حدیثیں بیان کی ہیں۔ حضرت سعید بن مسیّب سے بھی حدیث روایت کی۔ آپؒ نے قرآن، حدیث فقہ، نحو اور شاعری میں بھی مہارت تامّہ حاصل کی کہ میمون بن مہران جیسے عالم نے بھی یہ کہا کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے تو ہمارا گمان تھا کہ وہ علم میں ہمارے محتاج ہوں گے لیکن وہاں پہنچ کر احساس ہوا کہ ہم تو ان کے شاگرد ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک عالم بے بدل تھے۔ جائداد بھی بے شمار تھی۔ بہت پُرتعیّش زندگی بسر کرتے تھے۔ عمدہ لباس زیب تن کرتے اور اعلیٰ قسم کی خوشبو کا استعمال کرتے۔ والد کی وفات کے بعد آپ دمشق آ گئے۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی لاڈلی بیٹی سے آپؒ کی شادی کر دی۔ عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد ولید کو اقتدار ملا۔ وہ بھی آپؒ کی شخصیت اور علم سے متأثر تھا اور حکومتی امور میں اکثر آپ کے ساتھ مشورہ کرتا تھا۔ اگرچہ آپؒ کے سچ بولنے پر بارہا ناراضگی بھی ہو جاتی تھی۔ اُس نے آپؒ کو مدینہ کا گورنر بنا دیا لیکن آپؒ جانے میں تاخیر کرتے رہے۔ اس پر ولید نے معاملہ پوچھا تو آپؒ نے کہا کہ مدینہ کا سابق عامل بہت ظالم تھا اور لوگوں پر ظلم کر کے پیسہ اکٹھا کرتا تھا اور میں ظلم روا نہیں رکھ سکتا۔ اس پر ولید نے آپؒ کو اجازت دی کہ انصاف سے جو چاہو معاملہ کرو۔ چنانچہ آپؒ اپنی اہلیہ کے ہمراہ بڑے جاہ و حشم کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ کا ذاتی سامان 80 اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ آپ بہت اٹھلا کر ناز سے چلتے تھے۔ آپ کی اس چال کو نوجوان اپناتے تھے اور اسے باقاعدہ عمری چال کہا جاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ آپؒ کی زندگی امراء کی طرح تھی لیکن آپؒ ایک عبادت گزار شخص تھے۔ آپ سے کوئی ایسا فعل شنیعہ سرزد نہ ہوا کہ لوگ آپؒ پر انگلی اٹھا سکتے۔ آپ علماء و فقہاء کی بہت عزت کرتے تھے۔ خشیّت الٰہی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ غریبوں کی غمگساری اور مدد کرتے تھے۔ بہت خلیق اور ملنسار تھے۔

مدینہ میں تقرری پر آپؒ بہت خوش تھے کیونکہ یہاں حضرت عروّہ، حضرت عکرمہ سعید بن مسیّبؓ اور صالح بن کیسانؒ جیسے علماء کی صحبت کا میسر ہونا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ میں عدل و انصاف کو اپنا شعار بنا لیا

یہاں تک کہ حضرت سعید بن مسیبؒ جیسے لوگ جو ہمیشہ حق کی بات کہتے تھے اور امراء سے ملنے سے اجتناب کرتے تھے انہوں نے آپؒ کو مہدی قرار دے دیا اور آپؒ سے ملنے بھی بخوشی چلے آتے۔

مدینہ میں آپؒ نے چھ سال تک ایسی حکومت کی کہ کوئی بھی آپؒ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ آپ کا سب سے عمدہ کام مسجد نبوی کی توسیع تھا۔ مؤرخین مسجد نبوی کی توسیع کا سہرا ولید کے سر باندھتے ہیں حالانکہ ولید دمشق میں تھا۔ البتہ مسجد کی تعمیر کیلئے سونا چاندی بافراط حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھجوایا گیا۔ شاہ روم نے معمار مہیا کئے جو اپنے فن میں یکتا تھے۔ اس کے علاوہ قبطی معمار نے بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ سنگ مرمر اور اعلیٰ قسم کا پتھر مختلف علاقوں سے منگوایا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مدینہ میں ایک سال ہوا تھا کہ مسجد کی توسیع شروع کی گئی جو تین سال تک جاری رہی۔ مسجد نبوی کی بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُس وقت کے مشہور دس فقہاء جو مدینہ میں موجود تھے، سے رکھوائی۔ اس کی تعمیر کے دوران حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عام مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے۔ جب مسجد کی تعمیر کے لئے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرے ڈھائے گئے کیونکہ ان کی دیواریں اور شہتیر بوسیدہ ہو چکے تھے تو اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت سعید بن مسیبؒ کا رورو کے برا حال تھا۔ بالآخر تین سال کے بعد مسجد کی تکمیل ہوگئی۔ اس میں چار محرابیں بنائی گئی تھیں۔ نئی مسجد دوسو ہاتھ لمبائی اور چوڑائی میں تھی۔ حوض بھی بنایا گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ چھ سال عامل کی حیثیت سے مدینہ میں رہے۔ پھر حجاج بن یوسف کے اُکسانے پر آپؒ کو معزول کر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حجاج جب باغیوں پر سختی کرتا تو وہ بھاگ کر حجاز آجاتے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی نرم دلی کی وجہ سے اُن کی طرف توجہ نہ دیتے تو حجاج کہتا کہ باغی حجاز میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ حکومت کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو معزول کر دیا گیا اور پھر آپ بادل نخواستہ مدینہ چھوڑ کر دمشق آ گئے۔

ولید کی وفات کے بعد اُس کا بھائی سلیمان بن مروان سریر آرائے سلطنت ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اُس کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ کچھ سالوں کے بعد سلیمان بیمار ہوا تو اُس نے اپنے معتمد خاص رجاء بن حیاۃ سے مشورہ کیا کہ وہ اپنے بچوں میں سے کس کی خلافت کی وصیت کردے؟ اس وقت سلیمان کا بڑا بیٹا ایوب موجود نہ تھا۔ رجاء بن حیاۃ نے کہا کہ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مقرر کر دیں تو سلیمان نے کہا کہ میرے بھائی اس کو قبول نہ کریں گے۔ رجاء بن حیاۃ نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد اِن بھائیوں میں سے کسی کی نامزدگی کر دی جائے۔ سلیمان نے ہاں کر دی۔ وصیت لفافہ میں بند کر دی گئی۔ لوگوں کو اکٹھا کیا گیا۔ رجاء نے کہا کہ خلیفہ بیمار ہے اس کی وصیت لفافے میں بند ہے سب بیعت کرلیں کہ جس کا بھی نام ہوگا اس پر متفق ہوں گے۔ لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر سب نے دوسری بار بیعت کر لی تو رجاء نے سلیمان کی وفات کا اعلان کر دیا اور پھر سلمان کا مکتوب کھولا اور اس کو پڑھا تو ہشام نے کہا کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کی بیعت نہیں کریں گے۔ تو رجاء نے کہا کہ بخدا میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ اٹھو اور بیعت کرو۔ اس پر ہشام نے نہ چاہتے ہوئے بھی بیعت کر لی۔ اسی طرح باقی خاندان نے بھی بیعت کر لی۔

سلیمان کے اپنے کسی بھائی یا اپنے کسی بیٹے کی بجائے حضرت عمرؒ کو نامزد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپؒ کی پاک طبیعت اور تقویٰ نے سلیمان کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ سلیمان آپؒ سے مشورہ لیتا تھا کیونکہ آپ سیدھی صاف بات کرتے تھے۔ وہ سفر میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آپ بہت اچھے ناصح بھی تھے۔ سلیمان میں اگرچہ بہت برائیاں ہوں گی لیکن اس نے آپؒ کو خلیفہ بنا کر گویا کہ اسلام پر ایک عظیم احسان کیا کہ مسلمانوں پر اس وقت اموی خلفاء اور حجاج نے ظلم کا جو پہاڑ توڑ رکھا تھا اس کا ازالہ ممکن ہوا۔

بیعت لینے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز شام گئے، سلیمان کا جنازہ پڑھایا۔ تجہیز وتکفین کے بعد جب آپ واپس آنے لگے تو آپؒ کے لئے شاہی سواری لائی گئی لیکن آپؒ نے اس پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ استقبال کے لئے قالین بچھائے گئے تو آپؒ نے کہا کہ ان کی ضرورت نہیں ہے لپیٹ دو۔ شاہی محل میں جانے کی بجائے دو کمروں کا گھر منتخب کر لیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جہاں ظالم حکمرانوں کی معزولی کا حکم دیا وہیں اموی خاندان کی جاگیر کی ضبطی کا حکم بھی دیا اور اُن کو کہا کہ کام کر کے عام لوگوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرو۔ اس پر اموی خاندان نے آپؒ کے پاس آپؒ کی پھوپھی سفارش کے لئے بھیجیں کہ جاگیریں بحال کر کے وظائف کا دوبارہ اجراء کر دیں۔ آپؒ کو اپنی پھوپھی سے بہت محبت تھی۔ آپؒ اُن سے بہت عزت وتکریم کے ساتھ پیش آئے۔ جب پھوپھی نے خاندان والوں کی گزارشات پیش کیں تو آپ نے اپنے غلام کو آگ والی انگیٹھی اور گوشت کا ایک ٹکڑا لانے کا حکم دیا۔ پھر دہکتی ہوئی انگیٹھی میں ایک دینار ڈال دیا۔ جب وہ دینار سُرخ ہوگیا تو اُسے گوشت کے ٹکڑے پر ڈال دیا۔ گوشت جلنے لگا تو پھوپھی سے کہا کہ کیا آپ یہ پسند کرتی ہیں کہ قیامت کے روز اس طرح آگ میں مجھے جلایا جائے۔ پھوپھی نے کہا کہ اللہ تمہاری اس آگ سے حفاظت کرے میں تو کبھی بھی نہ چاہوں گی۔ پھر پھوپھی اہل خاندان کے پاس آئیں اور کہا کہ عمر فاروق کے خاندان میں شادی بھی کرتے ہو، جب اُن جیسا بچہ پیدا ہوگا تو اب برداشت بھی کرو، عمر بن عبدالعزیز میں عمر فاروق کا خون دوڑ رہا ہے اب تو عدل ہی ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خاندان کی ناجائز قبضہ کی ہوئی جائیدادیں ہی نہیں بلکہ نقد رقوم بھی واپس لے کر بیت المال میں جمع کروادی تھیں۔ آپ نے فدک کے باغ کو بھی، جو کہ آپ کی ملکیت تھا، بیت المال میں دے دیا اور اعلان کیا کہ اس کی ساری آمدنی اہل بیت میں تقسیم کی جائے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہر اہل بیت کے حصہ میں پچاس دینار آئے۔ آپؒ نے جمعہ یا مساجد میں حضرت علیؓ پر تبرا بھیجنے پر بھی پابندی لگوادی۔ آپ بہت ہی قلیل رقم اپنے لئے بیت المال سے لیتے تھے جس میں گزارہ کرنا مشکل سے ہوتا تھا۔ آپ کی بیوی فاطمہ ایک شہزادی تھیں اور ان کے پاس بیش بہا موتی اور بہت قیمتی زیورات تھے جو کہ اُن کے والد نے جہیز میں دیے تھے۔ آپؒ نے اپنی بیوی کو کہا کہ یا مجھے چھوڑ دو یا یہ زیورات۔ آپؒ کی بیوی آپ سے بہت محبت کرتی تھیں انہوں نے وہ تمام زیورات بیت المال میں جمع کروادیے اور کہا کہ اگر اس دُرِّ نایاب جیسے میرے پاس اَور بھی ہوں تو وہ بھی آپؒ پر واردوں۔

ایک مرتبہ آپ کو انگور کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو اپنی بیوی سے استفسار کیا

کہ دو درہم کے انگور منگوا لوتو آپ کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی درہم نہیں ہیں، آپ بیت المال سے لے لیں پھر دے دینا۔ مگر آپ نے یہ گوارا نہ کیا۔ آپ اپنے گھر کا کھانا پکانے کے لئے سرکاری انگیٹھی کا بھی استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جلدی کھانا بن کے آ گیا تو آپ نے پوچھا کہ اتنی جلدی کھانا کیسے بن گیا تو بتایا گیا کہ سرکاری مطبخ میں کھانا بنالیا تھا۔ آپؒ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ کے چچیرے بھائی نے آپ کو سیب بھیجے۔ آپ کو معلوم ہوا تو کہا میں نہ کھاؤں گا یہ رشوت ہے۔ (غالباً یہ تحفہ کسی خاص مقصد سے بھیجا گیا تھا جس کا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو علم تھا۔)

ایک مرتبہ آپ کی پھوپھی اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ آپ کھانا کھا رہے ہیں۔ دو روٹی کے ٹکڑے اور نمک ہے تو وہ کہنے لگیں کہ میں تو اپنی حاجت کشائی کے لئے آئی تھی لیکن تم بتاؤ کہ اس سے بہتر خوراک نہیں لے سکتے؟ آپؒ نے کہا کہ میرے پاس اس سے زیادہ توفیق نہیں کہ اس سے اچھی خوراک خرید سکوں۔ اگر میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔ پھر پھوپھی نے اپنا ذکر کیا کہ خلیفہ عبدالملک کے زمانہ میں میرا اتنا وظیفہ تھا، پھر ولید نے اتنا اضافہ کیا، پھر سلیمان نے اتنا اضافہ کیا اور تم نے تو میرا وظیفہ ہی موقوف کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ پھوپھی جان! وہ سب مسلمانوں کے خزانے سے آپ کو دیتے تھے۔ لیکن یہ میرا خزانہ نہیں ہے، مَیں اس میں سے نہیں دے سکتا، ہاں میں اپنے مال میں سے آپ کو دے سکتا ہوں۔ پھوپھی نے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ میری سالانہ آمدنی دوسو دینار ہے۔ پھوپھی نے کہا کہ اس سے میرا کہاں گزارہ ہوگا اور چپ کر کے چلی گئیں۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی خلیفہ بننے سے قبل چالیس ہزار دینار آمدنی تھی جو کہ دوسو سے چار سو دینار سالانہ تک رہ گئی تھی۔

ایک مرتبہ ایک ذمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ قرآن کے مطابق میرا فیصلہ فرما دیجئے۔ آپ نے معاملہ پوچھا تو اُس نے کہا کہ عباس بن ولید نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ اُس وقت عباس بن ولید پاس ہی تھا۔ آپؒ نے اُس سے پوچھا کہ کیا یہ بات درست ہے۔ عباس نے کہا کہ میرے والد نے یہ مجھے دی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ذمی کو کہا کہ تمہارے پاس کیا کوئی ثبوت ہے؟ اس نے ثبوت پیش کر دیا تو آپ نے اسی وقت جائیداد ذمی کو دینے کا فیصلہ کر دیا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا ایک قابل اعتماد ملازم تھا جس کا نام مزاحم تھا۔ آپؒ نے اس کو کہا کہ ہمیں بہت سی زمینیں اور جاگیریں ملیں جو کہ ناجائز تھیں۔ ان کو ہمیں بیت المال میں جمع کروا دینا چاہئے۔ ان پر ہمارا کوئی حق نہیں۔ مزاحم نے کہا کہ آپؒ کی اولاد بھی ہے دیکھ لیجئے۔ آپؒ نے فرمایا: اللہ ان کا رازق ہے۔ مزاحم نے جا کر یہ بات آپ کے بیٹے عبدالمالک کو بتائی تو بیٹا آپؒ کے پاس آیا کہ آپؒ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو عملی جامہ پہنائیں اور ذرا دیر نہ کیجئے۔ یعنی اولاد بھی تقویٰ شعار اور خوف خدا سے سرشار تھی۔

آپؒ کے گہرے دوست عنبسہ بن سعید کو سلیمان بن مروان نے مرنے سے قبل بیس ہزار دینار دینے کا حکم دیا تھا لیکن ابھی رقم نہیں ملی تھی کہ سلیمان کی وفات ہوگئی۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جب منصب خلافت پر براجمان ہوئے تو عنبسہ آپؒ کے پاس آیا اور اپنا مدعا بیان کیا کہ بیس ہزار دینار مجھے سلیمان نے لکھ کر دیے تھے وہ دلوا دیں۔ آپؒ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس رقم سے تو چار ہزار خاندانوں کی کفالت کی جاسکتی ہے۔ اور باقی رہی یہ بات کہ سلیمان نے لکھ کر دیا تھا تو اُس نے ذاتی جیب سے ادا نہیں کرنے تھے۔ بیت المال سے تو میں اس کی اجازت نہ دوں گا۔ عنبسہ نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ جبل الورس والی جاگیر کا کیا کرو گے وہ آپ کو کس نے دی تھی؟ آپ نے اسی وقت اپنے بیٹے کو کہہ کر جائیداد کے تمسک والی صندوقچی منگوائی اور جبل الورس کی جاگیر کا تمسک قینچی سے کاٹ دیا۔

پھر عنبسہ نے خاندان کے لوگوں کی معروضات پیش کیں تو آپ نے کہا یہ میرا مال نہیں ہے اور نہ مجھے اس پر قدرت ہے تو عنبسہ نے کہا کہ پھر انہیں اور مجھے کسی اَور جگہ جانے کی اجازت دیں تا کہ روزگار بہم پہنچ سکے تو آپؒ نے کہا کہ اُن کو اجازت ہے مگر تم ٹھہر جاؤ تم تو مالدار آدمی ہو۔ میں نے سلیمان کا سامان بیچنا ہے وہ تم زیادہ داموں میں بیچ کر منافع کما سکتے ہو اور اس مال کی اصل قیمت بیت المال میں جمع ہو جائے گی۔ عنبسہ کہتے ہیں کہ وہ ٹھہرے رہے اور انہوں نے سلمان کا ایک لاکھ کا سامان خریدا اور عراق میں دو لاکھ کا بیچا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاہی فرمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر وہ ناحق ہو۔

اسی طرح ولید کا ایک بیٹا روحؔ جو دیہات کے ماحول میں پلا بڑھا تھا اُس کے بارہ میں شکایت آئی کہ اس نے سراؤں پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ نے روحؔ بن ولید کو کہا کہ اپنی صفائی میں بولو۔ وہ یہی کہہ سکا کہ ولید نے یہ سرائیں اُس کو دی تھیں۔ پھر جن لوگوں نے دعویٰ کیا تھا انہوں نے ثبوت دے دیئے تو آپ نے روحؔ بن ولید کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ لیکن پھر شکایت موصول ہوئی کہ روحؔ بن ولید قبضہ نہیں چھوڑتا تو آپ نے اس وقت جو آپ کا صاحب الشرط تھا اس کو کہا کہ جاؤ اور اگر روح بن ولید نہ مانے تو اس کا سر قلم کر دینا۔ چنانچہ صاحب الشرط ننگی تلوار تھامے پہنچے تو روحؔ بن ولید نے قبضہ دے دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی راست بازی کی وجہ سے آپ کا سارا خاندان آپ کا مخالف ہو گیا تھا۔ مختلف افراد اور وفود آتے اور آپؒ سے مراعات کی بحالی کا مطالبہ کرتے مگر آپ ان کی پروا نہ کرتے اور صرف حق بات کہتے۔ ہشام جو بہت سر پھرا اور متکبر شہزادہ تھا آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ اپنے دَور میں جو مرضی کریں لیکن پہلے خلفاء کی دی ہوئی مراعات کو بحال کر دیں۔ آپؒ نے کہا کہ اگر حضرت معاویہؓ یا عبدالملک بن مروان کے دو فرمان لائے جائیں تو مجھے کس پر عمل کرنا چاہیے؟ ہشام نے کہا کہ جو پہلے کا ہو۔ آپؒ نے کہا کہ مَیں بھی اللہ کی کتاب کو پہلے کرتا ہوں۔ ہر وہ مسئلہ جو مجھ تک لایا جاتا ہے خواہ وہ میرے دَور کا ہو یا اس سے پہلے کا ہو میں کتاب اللہ کی رہنمائی سے اس کا حل نکالتا ہوں۔

آپؒ نے اپنی تمام جائیداد یں بیت المال کو دے دیں۔ صرف چشمہ السید والی جائیداد اپنے پاس رکھی جہاں سے ڈیڑھ سو دینار کا سال بھر کے لئے غلّہ آ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ گھر اس حالت میں آئے کہ بھوک سے بے قرار تھے۔ آپ نے اپنی بیوی فاطمہ کو کہا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ باوجود یکہ سرکاری لنگر میں بہت کچھ تھا فاطمہ نے کہا کہ صرف کھجوریں ہیں۔ آپ نے کھجوریں کھائیں اور پانی پی کر اکتفا کر لیا۔

آپؒ کا غلام ابوامیہ بیان کرتا ہے کہ اُس نے ایک روز آپ کی بیوی سے کھانا

مانگا تو وہ کہنے لگیں کہ پیاز اور روٹی کھالو۔ وہ بولا کہ روز ہی ایسا ہو رہا ہے۔ اس پر فاطمہؒ نے کہا کہ بیٹے! یہ تمہارے آقا کا کھانا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شہد کھانا چاہا تو بیوی نے ملازم کو دو دینار دے کر سرکاری گھوڑے پر بھجوادیا کہ جلدی لے کر آجاؤ۔ جب آپؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے دو دینار اپنی بیوی کو دیئے اور شہد بیت المال میں جمع کروا کر کہا کہ تم نے مسلمانوں کے گھوڑے عمر کی لذّت کے لئے دوڑائے ہیں جو کہ جائز نہیں۔

آپؒ نے بیت المال کے خرچ سے ایک لنگر خانہ جاری کیا ہوا تھا جس میں علماء اور فقہاء کے علاوہ ضرورتمند بھی کھانا کھاتے تھے۔ ایک روز ناظم لنگر خانہ نے شکایت کی کہ کوئی بھی کھانا نہیں کھا رہا۔ آپؒ نے تشریف لا کر وجہ پوچھی تو سب نے کہا کہ آپ کھائیں گے تو تب ہم کھائیں گے۔ اس پر آپ نے اُن کے ساتھ مل کر کھانا کھایا لیکن حکم دیا کہ دو درہم روزانہ بیت المال میں ادا کئے جائیں۔

آپؒ سرکاری کام کرتے ہوئے سرکاری شمع استعمال کرتے لیکن جب سرکاری کام ختم ہو جاتا تو اپنا ذاتی دیا جلا لیتے۔ بیت المال کے کاغذوں کو بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ چھوٹے خطوط تحریر فرماتے۔ خالی کاغذ نہ چھوڑتے تھے۔ باریک قلم استعمال کرتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ بیت المال کا پیسہ ضائع نہ ہو۔

ایک مرتبہ آپ کے وضو کا پانی لنگر خانے سے ایک مہینہ تک گرم ہوتا رہا لیکن آپ کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب یہ بات آپ کے علم میں آئی تو آپ نے نگران کو بلوا کر پوچھا کہ پانی کب سے سرکاری لنگر خانہ میں گرم ہو رہا تھا؟ اس نے کہا کہ تقریباً ایک مہینہ سے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے ذاتی ایندھن سے ایک مہینہ کے دوران جتنا ایندھن استعمال ہوا ہے وہ سرکاری لنگر خانہ میں جمع کروا دیا جائے۔

آپؒ جب سرکاری دورے پر جاتے تو سرکاری بنگلوں یا سراؤں میں قیام پذیر نہ ہوتے بلکہ اپنا خیمہ لگاتے اور اس میں قیام کرتے۔

ایک مرتبہ جمعہ کی نماز میں دیر سے پہنچے۔ پوچھنے پر بتلایا کہ ایک ہی قمیص تھی دھو کر ڈالی ہوئی تھی خشک ہونے پر پہن کر آیا ہوں۔ آپ کے پاس ایک ہی چادر تھی۔ آپ نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے برادر نسبتی مسلمہ بن عبدالملک آپ کے ہاں اپنی بہن کو ملنے آئے تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی قمیص دھلنے والی ہے تم ان کو دوسری قمیص پہنا دو تو فاطمہ نے کہا کہ خدا کی قسم ان کے پاس ایک ہی قمیص ہے۔

آپ کے دَور میں جور و ستم بند ہو گیا تھا جو کہ پہلے ”خلفاء“ نے روا رکھا ہوا تھا۔ ہر طرف امن و عدل کا بول بالا تھا۔ آپ اپنے عمّال کا بھی بہت سختی کے ساتھ محاسبہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن کے والی نے آپ کو لکھا کہ کچھ دینار ادھر ادھر ہو گئے ہیں تو آپ نے لکھا کہ لوگوں کو اکٹھا کرو اور ان کے سامنے حلف دو کہ تم نے استعمال نہیں کئے۔ یعنی رعایت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ عام لوگوں کا رہن سہن آسان ہو گیا تھا۔ ناداروں اور غرباء کے علاوہ یتامیٰ کے وظائف کا بھی آپؒ نے اجرا کیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت عراق سے آئی۔ آپؒ کے گھر میں داخل ہوئی تو اس وقت آپؒ کی بیوی فاطمہ سوت کات رہی تھیں۔ عورت کے گھر کی حالت دیکھ کر کہا کچھ تو اپنے گھر کو سنوار لیتے کوئی ڈھنگ کی چیز نہیں ہے۔ آپؒ کی بیوی نے کہا کہ امیرالمومنین تمہارے گھروں کو جو سنوارتا ہے اسی لئے یہ گھر خراب ہے۔ اسی دوران آپؒ تشریف لائے اور خود کنویں سے ڈول ڈال کر پانی کھینچا اور مٹی پر ڈالا تاکہ مٹی

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک خادمہ مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتی دفعہ بھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ ضرورت محسوس نہ ہوئی۔“

(الحکم 30 ستمبر 1903ء)

نہ اڑے۔ اس عورت سے پوچھا کہ تمہارا کیا مسئلہ ہے تو اس نے کہا کہ خاوند فوت ہو گیا ہے اور میری پانچ بچیاں ہیں جن کی ابھی شادی کرنی ہے۔ یہ سن کر آپ رو پڑے اور کاغذ قلم منگوا کر عراق کے عامل کو لکھ کر چار بچوں کی تنخواہ مقرر کر دی اور کہا کہ پانچویں بچی کا خرچہ چاروں مل کر اٹھائیں۔ عورت واپس عراق پہنچی اور عامل کو وہ خط دیا تو وہ رونے لگے اور خط لکھنے والے کی بخشش کیلئے دعا کی۔ اس پر عورت کو علم ہوا کہ امیرالمومنین وفات پا گئے ہیں تب وہ بھی دھاڑیں مار مار کر رو پڑی۔

اسلامی حکومت کی جو پہچان ہمیں نبی کریم ﷺ کے قول و فعل سے ملی کہ معاشرہ میں ہر ایک برابر ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ عزت نفس اسلامی حکومت کا طرّہ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ عدل و انصاف سے معاشرہ سنورتا ہے جس کا عملی نمونہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے دکھایا۔ پھر یہ اقدار گہنائی جانے لگیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی صورت میں اسلامی تعلیمات کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور عرب کی سرزمین عدل و انصاف اور حسن معاشرت سے بھر گئی۔ تب وہ طالع آزما جن کی گھٹی میں جور و ستم تھا گھٹن محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے آپؒ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تراکیب سوچنا شروع کیں۔ سرِ فہرست بنوامیّہ کا خاندان تھا جن کی جاگیریں اور روزینے موقوف ہو چکے تھے۔ چنانچہ یزید بن عبدالملک جو کہ آپ کے بعد خلافت کا نامزد تھا آپؒ کے درپے ہو گیا۔ اُس نے سازش تیار کی اور آپؒ کے غلام کو آمادہ کیا کہ وہ آپؒ کو زہر دے دے۔ اس مقصد کے لئے ایک غلام کو ایک ہزار دینار دیے گئے۔ اُس غلام نے اپنے ناخن کے ساتھ زہر لگا لیا اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پینے کے لئے پانی مانگا تو اس نے زہر پانی میں ملا دیا جو آپؒ نے پی لیا جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے۔ آپ اس وقت حمص کے شہر کے قریب دیر سمعان میں تھے۔ چند دنوں کے بعد تشخیص ہوئی کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے۔ آپ نے اُس غلام کو بلوایا اور باز پرس کی تو اس نے اقرار کر لیا کہ یہ حرکت اُسی نے کی ہے۔ آپؒ نے اس کو کہا کہ وہ رقم جو تم نے اس کام کے لئے لی تھی، اس کو بیت المال میں جمع کرا دو اور کہیں دُور بھاگ جاؤ تاکہ میرے خاندان والوں کے عتاب کا نشانہ نہ بن جاؤ۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز تقریباً بیس دن بیمار رہے۔ آپ کی تیمارداری آپ کی بیوی فاطمہ اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے کی۔ آپؒ بہت مطمئن تھے۔ بالآخر آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کی وفات پر اس وقت کے شعراء نے مرثیے لکھے۔ جریر کے ایک شعر کا ترجمہ یہ تھا کہ سورج کو گرہن لگ گیا جو غم کے مارے اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔ تجھ پر رات کے تارے بھی روتے ہیں اور چاند بھی ماتم کناں ہے۔

خلافت کا ایک عظیم الشان مقصد۔ تجدید دین

(چودھری ناز احمد ناصر۔ لندن)

خلافت کے مقاصد بھی وہی ہوتے ہیں جو نبی کے ہوتے ہیں۔ نبی کے جاری کردہ کاموں کی تکمیل کے لئے ہی اس کا اجرا کیا جاتا ہے۔ مقاصد کی تفصیل تو لمبی ہے لیکن یہاں پر صرف بعض ضروری کاموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا اور ضروری امر ''تجدید دین'' ہے جو نبی کے ذریعہ شروع کیا جاتا ہے لیکن اس کی تکمیل خلفاء کے ہاتھوں سے ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (سورۃ النور:56)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔''

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اسی طرح بعض اَور آیات سے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے، جیسا کہ فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (النور:36)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے کے شمع دان میں ہو۔ وہ ہمیشہ ایسا ہو گویا ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ وہ (چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔ اس (درخت) کا تیل ایسا ہے کہ قریب ہے کہ وہ ازخود بھڑک کر روشن ہو جائے خواہ اسے آگ کا شعلہ نہ بھی چھوا ہو۔ یہ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع)

اسی طرح فرمایا: وَالَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ (الجمعہ: 3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اُس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہیں میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع)

احادیث مبارکہ میں درج ذیل حدیث اس حوالہ سے نہایت اہم ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273۔ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ قائم ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا، پھر ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر وہ ظلم ستم کے اس دور کو ختم کر دے گا جس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہوگی! یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب مایذکر فی قرن المائۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس اُمّت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسا مجدد بھیجے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔

سورۃ الجمعہ کی آیت وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ.... کی تفسیر:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِىِّ ﷺ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَاَلَ ثَلَاثًا وَّفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِىُّ، وَ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ باب واخرین منھم لما یلحقوا بھم)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ میں آنے والے لفظ ''رجال'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کیلئے اہل فارس میں سے کچھ افراد کھڑے کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں لیکن رِجال کے ماتحت ممکن ہے کہ اہل فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو دین اسلام کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 ستمبر 1950ء روزنامہ الفضل 22 ستمبر 1950ء۔ صفحہ 6)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس

لئے ضرور تھا کہ امام آخرالزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کیلئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود علیہ السلام کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔''

(لیکچر سیالکوٹ۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 208)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دو ہی مقصد بیان فرمائے ہیں یعنی تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت۔ اوّل الذکر کی تکمیل چھٹے دن یعنی جمعہ کے دن ہوئی جبکہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور دوسری تکمیل کیلئے بالاتفاق مانا گیا ہے کہ وہ مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی۔ سب مفسرین نے بالاتفاق لکھ دیا ہے کہ آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی کی تکمیل کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور جبکہ پہلی تکمیل چھٹے دن ہوئی تو دوسری تکمیل بھی چھٹے دن ہی ہونی چاہئے تھی اور قرآنی دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے گویا مسیح موعود چھٹے ہزار میں ہوگا۔'' (الحکم جلد12 نمبر44 مورخہ 26 جولائی 1908ء صفحہ 3)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی امت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو آنحضرت ﷺ کے اصلی اور حقیقی مذہب اور تعلیم توحید کو قائم کرتے اور شرک و بدعات کا جو کبھی امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اسلام میں راہ پا جاویں ان کا قلع قمع کرتے رہیں گے اور یہ ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ ظاہر ہوتا رہے جو امتِ مرحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہوا کریں۔ چنانچہ قرآنِ شریف میں بھی بڑی صراحت سے اس بات کو الفاظ ذیل میں بیان کیا گیا ہے: وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (سورۃ النور:56)

(الحکم 2 اپریل 1908ء صفحہ 4)

حضرت مصلح موعودؓ خلافت کے مقصد ''تجدید دین'' کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''خلیفہ تو خود مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکام شریعت کو نافذ کرنا اور دین کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کی موجودگی میں مجدد کس طرح آسکتا ہے؟ مجدد تو اس وقت آیا کرتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔'' (مجلس عرفان الفضل 8 اپریل 1947ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نور کو آگ کی شکل میں دیکھا اور فرمایا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا، میں نے آگ دیکھی ہے۔ اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ دوسرے لوگ اس آگ کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ پس اٰنَسْتُ نَارًا میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کے وجود میں ظاہر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ظہور اس دنیا میں بطور نار کے ہوتا ہے یعنی کوئی تیز نظر والا ہی اسے دیکھ سکتا ہے لیکن جب وہ نبی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر وہ نور ہو جاتا ہے یعنی لیمپ کی طرح اس کی روشنی بہت تیز ہو جاتی ہے۔ پھر نبوت میں یہ نور آکر مکمل ہو جاتا ہے لیکن اس کا زمانہ پھر بھی محدود ہوتا ہے کیونکہ نبی بھی موت سے محفوظ نہیں ہوتے۔ پس اس روشنی کو دور تک پہنچانے کیلئے اور زیادہ دیر تک قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی اور تدبیر کی جاتی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک ری فلیکٹر reflector بنایا جس کا نام خلافت ہے جس طرح طاقچہ تین طرف سے روشنی کو روک کر صرف اس جہت میں ڈالتا ہے جدھر اس کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خلفا نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر خلافت نہ ہوتی تو بعض کاموں پر تو زیادہ طاقت خرچ ہو جاتی اور بعض کام توجہ کے بغیر رہ جاتے اور تفرقہ اور شقاق کی وجہ سے کسی نظام کے ماتحت جماعت کا روپیہ اور اس کا علم اور اس کا وقت خرچ نہ ہوتا۔ غرض خلافت کے ذریعہ سے الٰہی نور کو جو نبوت کے ذریعہ سے مکمل ہوتا ہے ممتد اور لمبا کر دیا جاتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم۔ تفسیر سورۃ نور آیت:36 صفحہ 320)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پھر فرماتے ہیں:

''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں خلافت کا اصولی ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ خلافت کا وجود بھی نبوت کی طرح ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے جلال الٰہی کے ظہور کے زمانہ کو ممتد کیا جاتا ہے اور الٰہی نور کو ایک لمبے عرصہ تک دنیا کے فائدہ کیلئے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے معلوم ہونے پر طبعاً قرآن کریم پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ خدا کرے ایسی نعمت ہمیں بھی ملے سو وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ کی آیات میں اسی خواہش کو پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما دیا کہ یہ نعمت تم کو بھی اُسی طرح ملے گی جس طرح پہلے انبیاء کی جماعتوں کو ملی تھی۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم۔ تفسیر سورۃ نور۔ آیت:36 صفحہ 323)

نیز فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے مگر اس کے نور کو مکمل کرنے کا ذریعہ نبوت ہے اور اس کے بعد اس کو دنیا میں پھیلانے اور اسے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ خلافت ہی ہے۔ گویا نبوت ایک چمنی ہے جو اس کو آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے اور خلافت ایک ری فلیکٹر (reflector) ہے جو اس کے نور کو دور دور تک پھیلاتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ششم۔ تفسیر سورۃ نور۔ آیت 36 صفحہ 328)

پھر فرماتے ہیں: ''چوتھی علامت خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ ان کے دینی احکام اور خیالات کو اللہ تعالیٰ دنیا میں پھیلائے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دین کو تمکین دے گا اور باوجود مخالف حالات کے اسے دنیا میں قائم کرے گا۔ یہ ایک زبردست ثبوت خلافت حقہ کی تائید میں ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو خلفاء کی صداقت پر خدا تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا نشان نظر آتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ششم۔ تفسیر سورۃ نور۔ آیت:56 صفحہ 375)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پہلے سلسلۂ خلافت کی ایک شاخ تو، جو بعد نبی مقبول ﷺ تیرہ خلفاء و مجددین پر مشتمل تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ختم ہوگئی۔ اگلی صدی کے مجدد کی ہر ایک کو تلاش کرنی چاہیے لیکن ہر آنے والی صدی کے سر پر جو شخص مجدد کی تلاش میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو آخری ہزار سال کے مجدد ہیں) کے علاوہ کوئی ایسا چہرہ دیکھتا ہے جو آپؑ کے خلیفہ کا نہیں، آپ کے ظلّ کا نہیں، وہ سچے مجدّد کا چہرہ نہیں دیکھتا۔ لیکن پہلے سلسلۂ خلافت کی دوسری شاخ اور وہ بھی خلافت راشدہ کا حصہ ہے، حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے اظلال کی شکل میں جاری ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں تم ایمان کی اور اعمال صالحہ کی شرط پوری کرتے رہنا تمہیں قدرت ثانی کے مظاہر یعنی خلافت راشدہ کا اللہ تعالیٰ قیامت تک وعدہ دیتا ہے۔ خدا کرے کہ محض اسی کے فضل سے جماعت عقائد صحیحہ اور پختہ ایمان اور طیب اعمال کے اوپر قائم رہے تا کہ اس کا یہ وعدہ قیامت تک جماعت کے حق میں پورا ہوتا رہے۔''

(اختتامی خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ 27 اکتوبر 1968ء۔ سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 117)

پھر حدیث مجدد دین کی عرفان انگیز تشریح میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

''اب میں مختصراً کچھ اس حدیث کے متعلق کہنا چاہتا ہوں، جو صحاحِ ستہ میں صرف ایک کتاب میں صرف ایک بار بیان ہوئی ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ''مَنْ'' کھڑے کرے گا (مَنْ پر میں خاص زور دے رہا ہوں) یعنی اللہ تعالیٰ کئی لوگ ایسے پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کریں گے اور اس کی رونق بڑھانے والے ہوں گے اور اگر بدعتیں بیچ میں داخل ہوگئی ہوں گی تو وہ ان کو نکالیں گے اور اسلام کا نہایت صاف اور خوبصورت چہرہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔ مستدرک میں ہے اور شاید ایک اَور کتاب میں بھی ہے۔ صرف تین کتابوں میں ہمیں یہ حدیث ڈھونڈنے سے ملی ہے۔ اس کے مقابلے میں یہیں بتا دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں مہدی اور مسیح ہوں۔ مسیح کے متعلق میں نے جو حوالہ پڑھ کر سنایا ہے اس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس مسیح کے متعلق خبر دی گئی تھی کہ وہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ لڑے گا وہ میں ہی مسیح موعود ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسیح کے متعلق بشارتیں دی گئی ہیں جو کئی ہزار کتب میں پائی جاتی ہیں۔ کئی ہزار کتابوں میں یہ بشارت ہے کہ مسیح آئیں گے، ان کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح کی یہ علامتیں ہوں گی، مہدی کی یہ علامتیں ہوں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑے پیار سے فرمایا کہ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا ہمارے مہدی کے لئے خدا تعالیٰ نے اس صداقت کے دو نشان ایسے مقرر کئے ہیں جو ابتدائے دنیا سے آج تک کسی کی صداقت کے لئے مقرر نہیں کئے۔ اس فقرے میں بڑا پیار ہے اور اس میں مہدی کی نمایاں اور ارفع حیثیت بتائی گئی ہے۔''

فرمایا: ''غرض حدیث کی رُو سے نبی اکرم ﷺ کو ''مہدی مسیح'' سے جو پیار ہے اسے دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کا یہ کام ہوگا کہ اسلام کو تمام بدعات سے پاک کر کے اس کا جو چمکدار چہرہ ہے اور روحانی حسن سے بھری ہوئی جو اصلی شکل ہے اسے دنیا کے سامنے پیش کرے گا لیکن دنیا کو اسلام کے غبار آلود چہرہ کو دیکھنے کی اتنی عادت پڑ چکی ہوگی کہ وہ کہیں گے کہ تم کوئی نیا دین لے آئے ہو ہم تو اسلام اسے نہیں سمجھتے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہدی دین اسلام کو بدعات سے پاک کر کے پیش کرے گا اور لوگ یہ کہیں گے کہ تم نے اپنا نیا دین بنا لیا ہے۔ مہدی اور مسیح کے متعلق سینکڑوں ایسی احادیث ہیں جو پچھلے دو چار سال میں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ جب نئی کتابیں چھپ کر ہمارے سامنے آئیں تو وہ احادیث بھی سامنے آگئیں خصوصاً وہ کتابیں جو ایران سے بڑی خوبصورت چھپی ہوئی آئی ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت سے ان روایات کو اکٹھا کیا ہے اور سنبھال کر رکھا ہوا ہے جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ہر صدی پر مجدد آنے کی جو حدیث ہے وہ حدیث کی صرف دو تین کتابوں میں ہے مگر کسی حدیث کی کتاب میں مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ مجدد کی علامت یہ ہے یا اس کے لئے یہ نشان ظاہر کیا جائے گا۔ کسی ایک جگہ بھی نبی اکرم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اور نہ قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے۔ میں نے جب اس حدیث پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یہ ہے ہی نہیں کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا۔ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک ''مَنْ'' آئے گا یعنی ایسے نائب رسول ﷺ آئیں گے جو تجدید دین کا کام کریں گے۔ ''مَنْ'' کے معنی عربی لغت کے لحاظ سے ایک کے بھی ہیں اور دو کے بھی ہیں اور کثرت کے بھی ہیں پس اگر کثرت کے معنی لئے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ ہر صدی کے سر پر کثرت سے ایسے لوگ موجود ہوں گے (یعنی آنحضرت ﷺ کے خلفا اور اَخیار واَبرار) جو دین اسلام کی خدمت میں لگے ہوں گے۔ اس میں کسی ایک شخص واحد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔'' (الفضل 21 مئی 1978ء)

پھر فرمایا: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ایک بنیادی اصول بتایا ہے اور وہ یہ کہ حدیث یعنی وہ ارشاد جو نبی اکرم ﷺ کی زبان سے نکلا اور پھر اسے روایتاً محفوظ کیا گیا، وہ ذرہ بھر بھی نہ قرآن پر کوئی چیز زائد کرتا ہے اور نہ کم کرتا ہے۔ اس اصول کو تم اچھی طرح سے سمجھ لو اور ذہن میں رکھو۔ اب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس کے شروع سے آخر تک گویا سارے قرآن میں تجدید دین یا مجدد کا کوئی لفظ نہیں ملتا۔ تب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دوسری بات بتائی اس کے مطابق غور کرنا پڑے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے جو بھی فرمایا ہے وہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کا بڑا ارفع اور بلند مقام تھا۔ خدا تعالیٰ سے آپ علم سیکھتے تھے۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آپ قرآن کریم کی کسی آیت کی اتنی دقیق تفسیر کر جائیں کہ عام آدمی کے دماغ کو اس کے ماخذ کا پتہ نہ لگے اور سمجھ میں نہ آئے کہ یہ کس آیت کی تفسیر ہے۔ آپ نے فرمایا کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر نہ ہو۔ اگر تجدید دین والی یہ حدیث درست ہے (اور ہے یہ درست) تو یہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہونی چاہیے اور اگر یہ قرآن کریم کی کسی آیت کی بھی تفسیر نہیں (میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا غلط ہوگا۔ یہ ضرور کسی آیت کی تفسیر ہے) تو پھر اس کو ہم یہ کہیں گے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ کسی راوی نے کہیں سے غلط بات اٹھا لی اور آگے بیان کر دی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ جس آیت کی تفسیر ہے وہ آیت استخلاف ہے...... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے خلیفہ اور مجدد کا لفظ اکٹھا استعمال کیا ہے ہمیں بتانے کیلئے کہ جہاں ہم مجدد بولتے ہیں وہاں سے مراد خلیفہ ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ حدیث قرآن کریم کے مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتی تو ہمیں یہ حدیث چھوڑنی پڑے گی۔'' (الفضل 21 مئی 1978ء)

پھر آیت استخلاف کی روشنی میں حدیث محولہ بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

''آیت استخلاف میں دوسرا وعدہ یہ ہے کہ جو بزرگ وہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ذکر الٰہی سے قویٰ مضبوط ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ بوڑھے جوان ہو جاتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت قرآن شریف سے ہی ملتا ہے۔ حضرت زکریاؑ نے اپنی کمزوری کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج یہی بتایا ہے کہ تم ذکر الٰہی کرو اور تین روز تک کسی سے کلام نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور خدا نے جیتی جاگتی اولاد عطا فرمائی۔'' (الحکم 30 ستمبر 1903ء)

ہے گنتی کے لوگ نہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتنے بزرگ اولیاء اللہ تھے کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں ان کے دین کی تجدید کے لئے ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی ہوتے تھے۔ امت محمدیہ تو بڑی وسعتوں والی اُمت ہے اور یہ تو ساری دنیا میں پھیلنے والی ہے۔ اس میں تو سینکڑوں کے مقابلے میں ہزاروں ہوں گے۔ یہ خلفا ہیں۔ ''خلفا کے سلسلہ'' میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں ''كَمَا'' مشابہت کیلئے آیا ہے یعنی جس طرح اُمت موسویہ میں ایک وقت میں چار چار سو نبی ہوتے تھے اسی طرح اُمت محمدیہ میں چار چار سو سے کہیں زیادہ خلفائے محمد ہوں گے جو دین کی خدمت کرنے والے ہوں گے اور چونکہ انہوں نے تجدید کرنی ہے اس لئے وہ مجدد بھی ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ہر نبی مجدد ہے لیکن ہر مجدد نبی نہیں۔ تھوڑی سی تجدید دین کرنے کے لحاظ سے اُمت کی اکثریت بطور خلیفۂ محمد ﷺ مجدد بھی ہے۔ وہ تجدید دین کرتے ہیں لیکن نبی تو نہیں بن گئے۔'' (الفضل 21 مئی 1978ء)

پھر فرمایا: ''اس وقت جماعت احمدیہ میں تیسرے خلیفہ کا زمانہ گزر رہا ہے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے ہر دو خلفا کا اور میرا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر خلیفہ مجدد ہوتا ہے لیکن ہر مجدد خلیفہ نہیں ہوتا کیونکہ خلافت ایک بہت اونچا مقام ہے ایسے مجدد سے جو خلیفہ نہیں یعنی اس معنی میں جس کو ہم خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے خلفا ہوں گے پھر بادشاہت شروع ہوجائے گی اور پھر آخری زمانے میں منہاجِ نبوت پر خلفا کا زمانہ آجائے گا اور یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ یہی مطلب ہم لیتے ہیں کیونکہ یہی مطلب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا ہے۔ ایک لحاظ سے محمد ﷺ سے فیض حاصل کرنے والا ہر شخص آیت استخلاف کے ماتحت آپ کا نائب ہے اور اسی کو ہم خلیفہ کہتے ہیں اور ایک دوسرے لحاظ سے انبیاء بنی اسرائیل کے مقابلے میں انعامات نبوت حاصل کرنے والے اس سے زیادہ تعداد میں جتنے اُمت موسویہ میں تھے اُمت محمدیہ میں وہ خلفا ہیں۔ یہ ایک دوسرا سلسلہ خلافت کا ہے۔ اور ایک تیسرا سلسلہ خلافت کا ہے اور یہ تیسرا سلسلہ خلافت کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس سلسلہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گن کر اور شمار کرکے ہمیں بتایا ہے کہ وہ تیرہ خلیفے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تیرہ امت موسویہ یعنی بنی اسرائیل میں اور تیرہ ہی محمد ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں ہوئے اور ان تیرہ سے تیرھواں اور آخری میں ہوں اور یہ خلافت کا ایک علیحدہ سلسلہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں مجدد الف آخر ہوں، میں امام آخرالزماں ہوں، میں آخری ہزار سال کا آدم ہوں۔ مختلف الفاظ استعمال کرکے آپ علیہ السلام نے اپنے مقام کو ظاہر کیا۔''

اسی طرح فرمایا: ''پس یہ جو سلسلہ خلافت ہے اس میں تیرہ خلیفے ہیں چودھواں کوئی نہیں۔ اس کی گنجائش ہی کوئی نہیں۔ ہاں بنی اسرائیل کے انبیاء کے مقابلے میں ہزاروں کی تعداد میں محمد ﷺ کے خلفاء آتے رہیں گے، ان کو انعامات نبوت ملیں گے مقام نبوت ان کو نہیں ملے گا جیسا کہ میں نے بتایا ہے آج اسلام کی جو جنگ لڑی جارہی ہے اس میں اتحاد اور یکجہتی کی ضرورت ہے اس لئے جماعت کے اندر ایک ایسا اتحاد ہونا چاہیے جس میں انتشار کا شائبہ تک نہ ہو اور جو شیطانی تدبیریں اور منصوبے ہیں ان کے خلاف ایسا منصوبہ اور تدبیر کی جائے جس میں پوری یک جہتی ہو۔ یہ نہ ہو کہ کچھ ادھر سے دباؤ پڑ رہا ہو اور کچھ ادھر سے دباؤ پڑ رہا ہو۔ اس یک جہتی اور اس اتحاد کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا کہ تیرے بعد میں ایک ایسا سلسلۂ خلافت قائم کر رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا (میں آپ کا کوئی اقتباس نہیں پڑھ رہا۔ کم و بیش اپنے الفاظ میں بتا رہا ہوں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ الفاظ میں کچھ فرق پڑ جائے) آپ علیہ السلام نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کی مجسم قدرت ہوں۔ خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اپنی زبردست قدرت کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ کہ میرے بعد خدا تعالیٰ بعض اور وجودوں کے ہاتھ پر اپنی زبردست قدرت کو ظاہر کرے گا اور یہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اسلام کو غالب کرنے کیلئے اس نے ایک نظام قائم کر دیا ہے۔ فرمایا: ایک زبردست قدرت جو میرے بعد تمہیں ملنے والی ہے یہ بالاتصال یعنی کسی وقفے کے بغیر قیامت تک تمہارے ساتھ رہے گی۔ پھر آپ علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ فرمایا جب قیامت کا زمانہ آئے گا تو وہ نسل آدم پر قیامت ہے۔ ہمارے آدم کی نسل تباہ ہوجائے گی۔'' (الفضل 21 مئی 1978ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ 27 اگست 1993ء میں فرمایا:

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے لوگ اگر سو سال کی عمریں بھی پائیں گے اور مرجائیں تو نامرادی میں مریں گے اور کسی مجدد کا منہ نہیں دیکھیں گے۔ ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں اور ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں، خدا کی قسم! خلافت احمدیہ کے سوا کہیں اَور مجددیت کا منہ نہ دیکھیں گی۔ یہی وہ تجدید دین کا ذریعہ بنادیا گیا ہے جو ہر صدی کے سر پر ہمیشہ جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا جائے گا۔'' (ماہنامہ خالد مئی 1994ء)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل منع کرتی ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور قوموں کے سر پر سے بوجھ اُتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہوسکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21۔ صفحہ 420)

''تو جب نبی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے، وہی احکامات دیتا ہے جن کو عقل تسلیم کرتی ہے، بری باتوں سے روکتا ہے، نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور ان سے پرے ہٹ ہی نہیں سکتا۔ تو خلیفہ بھی جو نبی کے کاموں کو چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی ایک جماعت کے ذریعہ مقرر کردہ ہوتا ہے وہ بھی اس تعلیم کے انہی احکامات کو آگے چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کے ذریعہ ہم تک پہنچائے اور اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت کرکے ہمیں بتائے۔ تو اب اسی نظام خلافت کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت میں قائم ہوچکا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا ان میں شریعت اور عقل کے مطابق ہی فیصلے ہوتے ہیں اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے اور یہی معروف فیصلے ہیں۔ اگر کسی وقت خلیفۂ وقت کی غلطی سے یا غلط فہمی کی وجہ سے کوئی ایسا فیصلہ ہوجاتا ہے جس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو اللہ تعالیٰ خود ایسے سامان پیدا فرمادیتا ہے کہ اس کے بدنتائج کبھی بھی نہیں نکلتے اور نہ انشاء اللہ نکلیں گے۔'' (خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 341-342)

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

پہلے یورپین واقف زندگی اور فدائی مبلغ احمدیت

محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب

(قسط سوم ۔ آخر)

(محمود احمد ملک)

۞...... محترم آرچرڈ صاحب نہایت مخلص اور فدائی احمدی مبلغ تھے۔ ساری زندگی تبلیغ کا ایک جنون آپ کے اندر موجود رہا اور اس میدان میں آپ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ دعاؤں پر کامل یقین تھا۔ اس حوالہ سے ایک واقعہ محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب سابق امیر و مبلغ انچارج یوکے بیان کیا کرتے تھے کہ مَیں نے ایک خط محترم آرچرڈ صاحب کو اُس وقت لکھا جب آپ سکاٹ لینڈ میں بطور مبلغ تعینات تھے۔ نومبر کے آغاز میں لکھے گئے اس خط میں کہا گیا تھا کہ وہاں کے مقامی افراد کو احمدیت کی آغوش میں لانے کے لئے مزید محنت کریں، مَیں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں بھرپور کوشش کی جائے تاکہ اسی سال چند بیعتیں حاصل ہوجائیں۔ اس خط کا جواب انہوں نے یہ لکھا کہ وہ تو اپنی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں لیکن سکاٹش لوگوں کی طرف سے مثبت ردّعمل دیکھنے میں نہیں آرہا۔ پھر نومبر کے وسط میں مجھے اُن کی طرف سے دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ اسی سال وہ تین بیعتیں کروانے کی سعادت حاصل کرلیں گے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ چند دن قبل کے خط میں تو مختلف اظہارِ خیال کیا گیا تھا اور اِس خط میں یہ دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے کہ اتنی مدّت تک تین بیعتیں ضرور حاصل کرلی جائیں گی۔ بہرحال اُنہوں نے اُس سال کے اختتام سے قبل (یعنی قریباً ڈیڑھ ماہ میں) تین بیعت فارم بھجوادیے۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب میری ملاقات محترم آرچرڈ صاحب سے ہوئی تو مَیں نے اُن سے پوچھا کہ وہ تین افراد کی معینہ مدّت کے اندر بیعت کرلینے کے بارہ میں قبل ازوقت کیسے بتاسکتے تھے؟ تب انہوں نے بتایا کہ میرا خط ملنے کے بعد انہوں نے نہایت گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں کہ وہ رحم فرماتے ہوئے اسی سال کچھ سکاٹش لوگوں کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرمادے۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی گئی کہ تین مقامی افراد بیعت کرنے کے لئے تمہاری طرف بھجوائے جائیں گے۔ اور علیم وخبیر کی طرف سے دی جانے والی یہ اطلاع اُس متوکّل شخص نے اُسی وقت لکھ کر بھجوادی۔

۞...... محترم آرچرڈ صاحب لمبا عرصہ اسلام آباد کی جماعت کے سیکرٹری تبلیغ بھی رہے۔ اپنی طاقت سے بڑھ کر اپنے فرائض کی بجاآوری کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس کار وغیرہ یعنی ٹرانسپورٹ کی سہولت نہیں تھی۔ اور اُس زمانہ میں اسلام آباد کے قریب سے غالباً کوئی بس بھی نہیں گزرتی تھی۔ تبلیغ یا اشیائے ضرورت لینے کی خاطر آپ کئی کئی میل پیدل بھی چلتے اور بعض مخلص دوستوں سے کبھی کبھار بامر مجبوری ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی حاصل کرلیتے۔

۞...... ایک بار مجھے کہنے لگے کہ کیا تم نے قریبی قصبے Farnham کے فلاں علاقہ کے گھروں میں تبلیغی پمفلٹس تقسیم کئے ہیں؟ مَیں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ آئندہ اُن پر میرے گھر کا ٹیلیفون نمبر بھی لکھ دیا کروتا کہ اگر کوئی فون کے ذریعے رابطہ کرنا چاہے تو کرسکے۔

دراصل اُن پمفلٹس پر صرف مسجد فضل کا ہی پتہ اور ٹیلیفون نمبر وغیرہ درج تھا اور تقسیم کرنے سے قبل مَیں ہر پمفلٹ پر اپنے نام اور اسلام آباد کے ایڈریس کا ایک سٹکر چسپاں کردیتا تھا۔ لیکن چونکہ میرے پاس کوئی ذاتی فون نہیں تھا اس لئے اُس پر فون نمبر درج نہیں کرسکتا تھا۔ بہرحال محترم آرچرڈ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جن گھروں میں مَیں نے پمفلٹس تقسیم کئے تھے وہاں ایک گھر آپ کے زیرِتبلیغ بھی تھا اور آپ اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔ انہوں نے وہ پمفلٹ آپ کو دکھایا تھا تو آپ کو اُس پر فون نمبر لکھنے کا بھی خیال آیا۔

۞...... جب 1993ء میں مسجد فضل لندن کے قریب Hardwicks Way میں مرکز نے دو بلڈنگز (نمبر 6 اور نمبر 10) خریدیں تو بہت سے دفاتر وہاں منتقل ہوگئے جن میں مرکزی شعبہ کمپیوٹر بھی تھا جو قبل ازیں رقیم پریس کا حصّہ تھا۔ نمبر 6 کی بلڈنگ میں واقع دو چھوٹے چھوٹے کمرے خاکسار اور ہمارے نہایت مخلص وفدائی احمدی بھائی محترم راویل بخاریو صاحب کو ذاتی رہائش کے لئے دے دیے گئے۔ محترم راویل صاحب کا ذکرِ خیر بھی اس عاجز پر ایک قرض ہے جو انشاءاللہ آئندہ کبھی ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال محترم آرچرڈ صاحب کے حوالہ سے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ آپ مجھ سے ملنے کے لئے کبھی کبھار اُس بلڈنگ میں بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً ایسا اُس روز ہوتا جب آپ صبح اسلام آباد سے وین کے ذریعہ تشریف لاتے، اپنی ضروری میٹنگ وغیرہ سے فارغ ہوکر ایک شاپنگ سنٹر میں کچھ وقت گزارتے جس سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہمارا دفتر تھا۔ چنانچہ یہاں بھی تشریف لے آتے۔

۞...... ایک بار مختصر وقت کے لئے دفتر میں تشریف لائے تو میری مصروفیات کا پوچھا۔ آپ کے پوچھنے کے دو واضح مطالب ہوا کرتے تھے۔ پہلا یہ کہ آجکل حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی کس کتاب پر کام ہورہا ہے اور وہ کس زبان میں اور تیاری کے کس مرحلے میں ہے۔ کبھی اگر مَیں حضورؒ کی کسی انگریزی کتاب پر کام کررہا ہوتا تو میرے پاس ہی کرسی پر بیٹھ جاتے اور باقاعدہ اجازت لے کر اُس کتاب کے صفحات پڑھتے رہتے، بعض ٹائپنگ کی اغلاط کی نشاندہی بھی کردیتے۔ محترم آرچرڈ صاحب اور ان جیسے بعض دیگر دوستوں کے آنے سے میرے لئے بارہا آسانی پیدا ہوجاتی کیونکہ حضور رحمہ اللہ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے نوٹس میں سے بعض مشکل الفاظ سمجھنا میرے لئے واقعی کارِدارد ہوتا تھا۔ تاہم سیّدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعد میں سیّدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی متعدد کتابوں پر کام کرنے کے بعد اس امر کا مَیں حلفیہ اقرار کرسکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان بابرکت وجودوں کی طرف سے مفوضہ کام کو کرنے کے

نتیجہ میں نہ صرف اُن کاموں کی تکمیل میں غیر معمولی آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے بلکہ میرے جیسے ناکارہ انسان کے کئی ذاتی کام بھی محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے نتیجہ میں معجزانہ طور پر ہو جاتے ہیں۔

بہرحال ذکر خیر چونکہ محترم آرچرڈ صاحب کا ہو رہا ہے تو عرض ہے کہ دفتر میں تشریف لانے کے بعد اُن کا مجھ سے کیا جانے والا دوسرا سوال عموماً تبلیغ کے بارہ میں ہوتا کہ دعوت الی اللہ کے حوالہ سے کوئی کوشش ذاتی طور پر کرنے کا موقع بھی ملا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی ایک موقع پر مَیں نے انہیں بتایا کہ ہماری بلڈنگ جہاں واقع ہے یہاں زیادہ تر گودام اور دفاتر ہیں جو شام کو بند ہو جاتے ہیں تب بہت سے لوگ جو رات کو سیر و تفریح کے لئے نکلتے ہیں وہ ہماری سڑک پر کاریں پارک کر کے جاتے ہیں۔ نیز قریب ہی ایک نائٹ کلب بھی واقع ہے جس میں جانے والے بھی ہر Weekend پر رات بھر کے لئے ہماری سڑک اور پارکنگ میں اپنی گاڑیاں کھڑی کر کے جاتے ہیں اور علی الصبح فجر کی نماز کے وقت کلب سے نکل کر گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت اُن کی حالت اُن کے اپنے اختیار میں بھی معلوم نہیں ہوتی۔ نیز ان لوگوں کا مزاج بھی مختلف ہوتا ہے اور ویسے بھی یہ نامناسب لگتا ہے کہ کسی سے بات چیت کر کے اسے بتایا جائے کہ کس قدر مصنوعی زندگی تم لوگ گزار رہے ہو۔ مَیں نے آرچرڈ صاحب سے درخواست کی کہ اگر وہ مجھے کوئی مختصر اور مؤثر تحریر انگریزی میں لکھ کر دے دیں تو مَیں اُسے خوبصورت انداز میں ٹائپ کر کے اِن پارک کی ہوئی گاڑیوں پر رات کو لگا دیا کروں گا۔ ممکن ہے دن چڑھنے پر اُن کی نظر اس تحریر پر پڑے، اُسے پڑھنے کا موقع بھی اُنہیں ملے اور اُن پر اس کا اثر ہو جائے۔

محترم آرچرڈ صاحب جب چند روز بعد دوبارہ دفتر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں چند سطروں کی ایک انگریزی نظم تھی جو آپ نے خاص طور پر مذکورہ بالا لوگوں کو سامنے رکھ کر کہی تھی۔ اُس نظم میں اس مضمون کو بڑی خوبصورتی اور سادگی سے بیان کیا گیا تھا کہ ہماری یہ زندگی (وقت) اور یہ صحت اور دوسری طاقتیں اس لئے نہیں ہیں کہ انہیں ضائع کر دیا جائے بلکہ صرف اس لئے ہیں کہ اپنے خالق کو پہچان کر اُس کی مخلوق کی خدمت کے راستے تلاش کئے جائیں۔

مجھے افسوس ہے کہ محترم آرچرڈ صاحب کی مذکورہ بالا نظم مجھے پرانے کاغذات میں سے نہیں مل سکی...... تاہم آنمحترم کی ہی ایک دوسری نصیحت آموز اور ولولہ انگیز نظم ہدیۂ قارئین ہے تاکہ آپ کی انسانی نفسیات سے شناسائی، ذہنی بلوغت، ادبی قابلیت اور قوّت بیان کا کسی قدر اندازہ محترم قارئین بھی کر سکیں۔ یہ خوبصورت نظم بھی اُن نظموں میں سے ایک ہے جو بوجوہ مجھے بہت پسند ہیں۔ نظم کا عنوان ہے: ''ایک مسکراہٹ''۔

A Smile

A smile costs nothing,
yet it means so much.
It enriches those who receive
without making poorer those who give.
It takes but a moment,
yet the memory of it may last forever.
A smile creates happiness in the home,
and is the sign of friendship.
It brings cheer to the discouraged,
sunshine to the sad
and is nature's best antidote to trouble.
Yet a smile cannot be bought,
begged, borrowed or stolen,
it is of no value to anyone
unless it is given away.
Some people are too tired to give you a smile,
so give them one of yours.
No-one needs a smile as much as he
who has none to give.

اس نظم کا مفہوم جس طرح سے اسے مَیں نے سمجھا ہے اور لطف اٹھایا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے کہ:

صرف ایک ہی بار اپنی مسکراہٹ کسی دوسرے پر نچھاور کرنے سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ مسکرانے والے کا کچھ خرچ بھی نہیں آتا۔

ایک مسکراہٹ۔ دیکھنے والے کے دل کو جذباتِ اُلفت سے بھر دیتی ہے اگرچہ مسکرانے والے کی کسی شئے میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

مسکرانے والے کی ہلکی سی مسکراہٹ کا وہ ایک 'منفرد لمحہ' دیکھنے والے کے دل و دماغ میں ایک خوشگوار یاد بن کر ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

گھروں کے ماحول کو خوشگوار بنانے میں مسکراہٹ کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ باہمی تعلقات کی گہرائی ماپنے کا بھی یہ ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

حوصلہ شکنی کے شکار لوگوں کے لئے یہ (مسکراہٹ) ایک پیغامِ مسرّت ہے اور اداس و دل گرفتہ لوگوں کے لئے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی کی مانند امید کی ایک کرن ہے۔ اور پھر روزمرّہ پیش آنے والی تکالیف کے تدارک کے لئے یہ قدرت کی طرف سے عطا کیا جانے والا بہترین تریاق بھی ہے۔

لیکن چونکہ مسکراہٹ کبھی خریدی نہیں جا سکتی۔ بلکہ اسے خیرات میں یا قرض کے طور پر بھی کسی سے نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جسے چرایا جا سکتا ہو۔ چنانچہ کسی بھی شخص کے لئے مسکراہٹ کو اپنے اندر محبوس رکھنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے تا آنکہ وہ اسے کسی دوسرے پر نچھاور نہ کر دے۔

بے شک بعض لوگ دوسروں کے لئے مسکرانے کے عمل میں انتہائی بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن تم کو چاہیے کہ اُن بخیل لوگوں کے لئے بھی ایک بار تو ضرور ہی مسکرا دیا کرو۔ کیونکہ (ذرا سوچو کہ) اُس بخیل سے زیادہ اس مسکراہٹ کا حقدار اَور کون ہو سکتا ہے جس بے چارے کے پاس کسی دوسرے کو دینے کے لئے ایک مسکراہٹ بھی نہ ہو!۔

۞...... جب بھی محترم آرچرڈ صاحب سے کسی دینی یا دنیاوی موضوع پر کوئی سوال کیا جاتا تو آپ بہت سوچ سمجھ کر اور نپے تُلے انداز میں جواب دیتے۔ انسانی نفسیات کا مضمون آپ کا پسندیدہ تھا اس لئے مختلف موضوعات پر بات چیت کرتے ہوئے منفرد انداز اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بہت زیادہ باتیں کرنے کے شوقین نہیں تھے بلکہ خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ کی عملی تصویر تھے۔ آپ کے پاس

مختلف موضوعات پر کتابوں کا ایک ذخیرہ موجود تھا جس میں انسانی نفسیات سے متعلقہ کتب کی خاصی تعداد بھی شامل تھی۔ چند بار جب ہماری گفتگو کسی خاص موضوع پر ہوئی تو آپ نے اپنی لائبریری سے متعلقہ موضوع پر کوئی کتاب بھی مطالعہ کے لئے عنایت فرمائی لیکن انگریزی زبان میں مطالعہ کا ذوق نہ ہونے کی وجہ سے بعدازاں مَیں آپ سے کوئی کتاب لینے سے ہچکچاتا رہا۔ دراصل آپ جب کوئی کتاب پڑھنے کے لئے عنایت کرتے تو قریباً روزانہ پوچھتے کہ کتنے صفحے پڑھ لیے ہیں اور پھر اُن صفحات میں بیان شدہ مضامین سے متعلق تبادلۂ خیال کرنے سے لطف اٹھایا کرتے تھے۔

آپ کا ذاتی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ تحریر نہایت شستہ اور پختہ تھی۔ لکھائی بھی بہت خوبصورت تھی اور پڑھنے میں بہت آسان تھی۔ صفحات کے صفحات ایک ہی انداز میں پختہ تحریر میں لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کے بے شمار مضامین جماعتی جرائد کی زینت بنتے رہے ہیں۔ چند مضامین "Life Supreme" کے نام سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''عظیم زندگی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ایک دوسری کتاب "The Guide Post" ہے جس کا اردو ترجمہ ''گلدستۂ خیال'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

محترم آرچرڈ صاحب اپنے گھر پر اور دفتر میں تو مطالعہ کرتے ہی ہوں گے لیکن اسلام آباد کی ایک دو خاموش جگہوں پر آپ نے پلاسٹک کی ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ جب بھی موسم خوشگوار ہوتا اور آپ نے اس موسم کا لطف اٹھانا ہوتا تو وہاں بیٹھ کر مطالعہ وغیرہ کرتے۔

آپ کے پاس ایک خاص صلاحیت بھی تھی جس کا مظاہرہ آپ مختلف اجتماعات اور مجالس وغیرہ میں کرتے رہے تھے۔ اس میں ہوتا یہ تھا کہ آپ ایک مجمع کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور تیس چالیس لوگ باری باری کسی چیز کا نام لیتے۔ آپ اُن مختلف اشیاء کے نام اپنے ذہن میں اُسی ترتیب سے محفوظ کرتے چلے جاتے جس ترتیب سے وہ نام لئے جا رہے ہوتے اور پھر بعد میں اُن ناموں کو اُسی ترتیب سے بیان کر دیتے۔ خاکسار کو آپ کی اس صلاحیت کے بارہ میں کسی دوست نے بتایا تو مَیں نے ایک بار آپ سے اظہار کیا کہ اب قریباً ستر سال کی عمر میں تو آپ کی یادداشت ویسی نہیں رہی ہوگی کہ اِس صلاحیت کا مظاہرہ کر سکیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اب بھی آپ میں یہ صلاحیت پہلے کی طرح موجود ہے اور مَیں لوگوں کے سامنے اس صلاحیت کا مظاہرہ اب بھی کر سکتا ہوں۔

۞...... برسبیل تذکرہ یہ عرض کرنا بھی مناسب ہوگا کہ محترم آرچرڈ صاحب بہت مضبوط جسم اور نہایت اچھی صحت کے مالک تھے۔ اپنی روزمرّہ زندگی میں بھی حسبِ ضرورت میل ہا میل پیدل چلنے کے عادی تھے۔ نہ صرف قریبی شہر Farnham تک پیدل جا کر شاپنگ کر لیا کرتے تھے بلکہ خدام الاحمدیہ یُوکے کے تحت ہر سال ہونے والی میراتھن واک میں بھی باقاعدگی سے شامل ہوتے اور پورے 26 میل کا فاصلہ طے کرنے والوں میں نمایاں مقام پر نظر آتے۔ عمر کے لحاظ سے آپ کی صحت نمایاں طور پر اچھی تھی۔ ویسے بھی آپ سابق فوجی تھے اور مجاہدانہ زندگی گزار چکے تھے۔

ایک دوبار مَیں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ ڈرائیونگ کرتے رہے ہیں؟ جب آپ نے بتایا کہ آپ گاڑی چلانا تو کسی حد تک جانتے ہیں تو مَیں نے پوچھا کہ کبھی کار خریدنے کے بارے میں نہیں سوچا؟ اس پر مُسکرا دیتے۔ پھر ایک روز میرے پاس آئے کہ ذرا میرے ساتھ آؤ۔ مَیں آپ کے ساتھ رقیم پریس سے باہر آیا تو آپ نے ایک جانب اشارہ کیا جہاں ہمارا ایک ماریشین دوست اپنی گاڑی کا انجن کھول کر اُسے ٹھیک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ دوست چونکہ خود بھی گاڑیوں کا کام جانتا تھا اس لئے اکثر بہت سستی سی گاڑیاں خرید لاتا اور پھر اُن کی خود ہی مرمّت کرتا ہوا بھی اکثر نظر آتا۔ محترم آرچرڈ صاحب فرمانے لگے کہ جب مَیں ایسی گاڑیوں کو دیکھتا ہوں تو میری طبیعت کار خریدنے سے مکدّر رہو جاتی ہے۔

گو آپ نے زندگی میں ایک بار ڈرائیونگ کا سبق بھی لیا تھا۔ اُن دنوں آپ ریٹائرمنٹ کے بعد پٹنی کے علاقہ میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ رہائش پذیر تھے۔ صبح فجر کی نماز پر قریباً بیس منٹ پیدل چل کر مسجد فضل پہنچتے اور پھر اُتنا ہی فاصلہ طے کر کے واپس گھر جاتے۔ خداتعالیٰ نے مالی آسودگی بھی عطا فرمائی تھی اور اب فرصت نصیب ہوئی تو خیال آیا کہ کیوں نہ ڈرائیونگ ٹیسٹ دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے پہلا Driving Lesson لیا۔ لیکن یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا کیونکہ آپ کو خیال آیا کہ اس عمر میں ڈرائیونگ سیکھنے کے لئے رقم خرچ کرنا اسے ضائع کرنے کے مترادف ہے اور بہتر ہے کہ یہ پیسے کسی اچھے مقصد کے لئے استعمال کئے جائیں۔

۞...... اسلام آباد میں آپ کا قیام انگریزی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے مدیر کے طور پر تھا۔ قریباً روزانہ ہی آپ رقیم پریس میں تشریف لاتے۔ چند منٹ کے لئے اپنے آئندہ رسالہ کی ٹائپنگ یا سیٹنگ وغیرہ کے بارہ میں گفتگو کرتے۔ کسی مضمون کا پروف حاصل کرتے یا کسی پروف پر اغلاط کی نشاندہی کر کے واپس دیتے۔ حسبِ ضرورت دوبارہ اور سہ بارہ بھی دفتر میں آجایا کرتے تھے۔ لیکن دفتری اوقات میں زیادہ بات چیت شاذ ہی کرتے تھے۔ البتہ کبھی چھٹی والے دن مجھے پریس کے کمپیوٹر سیکشن میں بیٹھا دیکھتے تو پھر تشریف لے آتے۔ میری مصروفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے۔ اکثر میری درخواست پر بیٹھ جاتے اور پھر مختلف باتیں بھی کرتے رہتے۔ ماضی کے اوراق کو ذہن میں کنگھالتے اور پھر کسی بزرگ کی کوئی بات Share کرتے، قادیان یا ربوہ کی کسی یاد کو تازہ کرتے۔ دھیمے لہجے میں میرے استفسارات کا جواب دیتے۔ آپ کے اندر اس بات کی شدید تڑپ تھی کہ عام احمدیوں کا بھی اور خصوصاً واقفین زندگی اور مربیان کا اخلاقی اور روحانی معیار بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے۔

کبھی کبھار ہماری قیامگاہ "S" بلاک میں بھی تشریف لاتے۔ اکثر کھڑے کھڑے بات چیت کرنا پسند کرتے۔ کبھی مَیں وہاں کے کچن میں کھانا تیار کر رہا ہوتا تو پاس کھڑے ہو کر باتیں کرتے رہتے۔ بعض دفعہ ایسا لگتا کہ صرف اپنا وقت گزار رہے ہیں اور بلامقصد ہی وہاں کھڑے ہیں۔ مَیں نے ایک دوبار پوچھ لیا کہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں یا کوئی بات بھول گئے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ نہیں مَیں خود ہی یہاں کچھ دیر کھڑا رہنا چاہتا ہوں کیونکہ ایشین کھانوں کی تیاری میں جب پیاز کو فرائی کیا جاتا ہے تو اُس سے اُٹھنے والی خوشبو مجھے اتنی اچھی لگتی ہے کہ مَیں یہاں رہتے ہوئے اُس سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ تاہم جب بھی مَیں نے آپ کو اپنے کھانے میں شرکت کی درخواست کی تو آپ نے سالن میں مرچ اور مصالحوں کے استعمال کی وجہ سے شکریہ کے ساتھ معذرت کر لی۔ اکثر ایسی بے وقت ہونے

والی ملاقات اس وجہ سے اختتام کو پہنچتی کہ نماز باجماعت کا وقت قریب ہوتا اور یا پھر آپ کو اپنی کوئی ایسی مصروفیت یاد آجاتی جس کا تعلق آپ کی اہلیہ کی بیماری سے ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں بھی آپ بہت مصروف رہتے۔

۞...... آپ کی اہلیہ محترمہ قانتہ آرچرڈ صاحبہ کئی سال تک ایک بہت تکلیف دہ بیماری میں مبتلا رہیں اور بڑے صبر اور حوصلہ سے یہ وقت گزارا۔ ایک واقفِ زندگی کے ساتھ معمولی مشاہرہ پر انہوں نے ساری زندگی بڑے عزت ووقار سے بسر کی اور ہر پہلو سے اپنے درویش صفت خاوند کے شانہ بشانہ کھڑی رہیں۔ وہ اس لحاظ سے بہرحال خوش قسمت تھیں کہ اُن کے وفادار شوہر نہ صرف گھر کے امور میں اُن کا ہاتھ بٹاتے، بلکہ اُن کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے اُن کو دباتے اور اُن کے جذبات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ محترم آرچرڈ صاحب کی یہ دوسری شادی تھی۔

۞...... محترم آرچرڈ صاحب کی طرف سے اپنے جذبات کی غیرمعمولی قربانی اُس وقت سامنے آئی جب آپ کی اہلیہ اوّل نے آپ سے یہ مطالبہ کردیا کہ آپ وقف چھوڑ دیں اور ایک عام احمدی کے طور پر زندگی گزار لیں۔

محترم آرچرڈ صاحب کی پہلی شادی کا پس منظر یوں تھا کہ جب آپ احمدیت قبول کرنے کے بعد واپس لندن تشریف لائے تو یہاں ایک ایسی انگریز فیملی بھی احمدیت کی آغوش میں آچکی تھی جن کی بیٹی کے ساتھ آپ کا رشتہ طے پاگیا اور دونوں میاں بیوی نہایت پُرمسرّت زندگی گزارنے لگے۔ ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی۔ پھر محترم آرچرڈ صاحب کو جنوبی امریکہ جاکر دعوت الی اللہ کرنے کا حکم ملا تو آپ اپنی فیملی کے ساتھ وہاں منتقل ہوگئے۔ اُن دنوں غربت کے باعث نہ صرف یہ کہ واقفین زندگی کے مشاہرے بہت ہی کم تھے بلکہ دُورافتادہ علاقوں میں رہنے والے مبلغین کے ماہوار مشاہرے بعض اوقات بہت دیر سے ملا کرتے تھے اور اس طرح زندگی کی تکالیف میں کئی گُنا اضافہ ہوجاتا۔ ایک بار آپ نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ پہلی اہلیہ اگرچہ آپ کے ساتھ تو زندگی گزارنے کے لئے بخوشی تیار تھیں اور مذہب کی تبدیلی کے مشکل مرحلہ پر بھی انہوں نے مکمل ساتھ دیا تھا۔ لیکن پھر آپ کے زندگی وقف کرنے کے بعد جب مالی اور دیگر مشکلات پیش آئیں تو وہ اُن مشکلات سے گھبرا گئیں۔ خصوصاً جب محترم آرچرڈ صاحب کو جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں تعینات کیا گیا تو مسائل میں اضافہ ہوگیا اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ دونوں کی راہیں جُدا ہوکر ٹھہریں۔ وہ چاہتی تھیں کہ آپ وقف چھوڑ کر لندن آجائیں لیکن آپ مُصر رہے کہ 'وقف' تو دین ہے جو دنیا پر مقدّم ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ محترم آرچرڈ صاحب کی اہلیہ اوّل سے ایک بیٹی بھی تھیں لیکن اولاد کی محبت بھی آپ کو دینی راستے سے ہٹانے میں ناکام رہی۔

بعدازاں محترم آرچرڈ صاحب کی اہلیہ نے دوبارہ عیسائیت اختیار کرلی اور کیتھولک ہوگئیں۔ انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کے ذہن میں بھی یہ بات بٹھادی کہ اُس کا باپ اُسے پسند نہیں کرتا اور دراصل اُس کی پیدائش کے بعد ہی اُس کے والد کا رویّہ بدل گیا تھا وغیرہ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا وہ بیٹی چالیس پچاس سال تک اپنے والد کی شفقت سے محروم رہی۔ غالباً اپنی والدہ کی وفات کے بعد اُس نے محترم آرچرڈ صاحب سے رابطہ کیا اور پھر ایک دوبار آپ سے ملنے اسلام آباد بھی آئیں۔

اس کے بعد محترم آرچرڈ صاحب جب ربوہ تشریف لے گئے تو آپ کی دوسری شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کروائی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا جن میں سے اکثر بھرپور خدمت دین کی توفیق پارہے ہیں۔

محترم آرچرڈ صاحب کی غیرمعمولی مالی قربانی کا علم ہونے پر انتہائی حیرت ہوتی تھی کیونکہ یہ تو واضح تھا کہ محترم آرچرڈ صاحب کو جماعت کی طرف سے معمولی مشاہرہ دیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ ریٹائرمنٹ کی عمر تک پہنچنے کے بعد سے آپ کو State Pension بھی ملتی تھی۔ پھر ایک بات یہ بھی نہایت اہم تھی کہ محترم آرچرڈ صاحب نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور کسی قسم کی فضول خرچی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا بلکہ جائز ضروریات کے لئے بھی Self Control قسم کا انداز بہت نمایاں تھا۔ لیکن ایک دلچسپ امر یہ بھی تھا کہ محترم آرچرڈ صاحب کے والد محترم نے (جو ایک قابل ڈاکٹر تھے) سالہا سال پہلے بہت سے Shares خریدے تھے جن سے باقاعدہ ایک بڑی آمد محترم آرچرڈ صاحب کو ہوا کرتی تھی۔ تاہم اپنی وفات پر انہوں نے جو وصیت چھوڑی تھی اُس کے مطابق اُن کے تینوں بچے صرف شیئرز کا منافع استعمال کرسکتے تھے اور اُن میں سے کسی کو اِن شیئرز کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ تاہم بچوں کی اولاد اگر چاہے تو یہ شیئرز بیچ سکتی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ محترم آرچرڈ صاحب کے ایک بھائی نوجوانی میں ہی بحری جہاز کے حادثے میں زندگی گنوا بیٹھے۔ دوسرے بھائی پادری تھے۔ اُن کے چرچ میں کوئی ایسا شقی القلب داخل ہوگیا جو بے گھر تھا۔ باوجودیکہ پادری صاحب نے اُس کا خیال رکھنے اور مدد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن اُس نے (شاید کسی نشہ کے زیراثر) کسی بات پر طیش پا ہوکر اُن کو قتل کردیا۔ پادری ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ والد کے خریدے گئے شیئرز کا تمام تر منافع صرف محترم آرچرڈ صاحب کو ہی ملنے لگا۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے بچوں میں بطور وراثت وہ شیئرز تقسیم ہوگئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے محترم آرچرڈ صاحب کی آمد کے نہ صرف غیرمعمولی ذرائع پیدا کردیے بلکہ اس رقم کے بہترین استعمال (یعنی فی سبیل اللہ پیش کرنے) کی صورت بھی پیدا فرمادی۔

۞...... محترم آرچرڈ صاحب کی بے نفسی اور قناعت کے ضمن میں محترم بشیر احمد رفیق خانصاحب نے ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک بار محترمہ قانتہ آرچرڈ صاحبہ نے یہ ذکر کیا کہ اُن کے مشن ہاؤس کا فرنیچر بہت پرانا ہونے کی وجہ سے کافی حد تک خستہ ہوچکا تھا حتیٰ کہ کھانا کھانے کی کرسیاں اور بیڈ وغیرہ بھی عملاً ٹوٹ چکے تھے۔ اس پر مَیں نے فوری طور پر اُن کے مشن ہاؤس کے فرنیچر کے لئے بجٹ منظور کرکے چیک اُنہیں بھجوادیا۔ لیکن محترم آرچرڈ صاحب نے وہ چیک یہ لکھ کر واپس بھجوادیا کہ وہ پرانے فرنیچر کے ساتھ ہی بہت مطمئن ہیں اور اپنی آسائش کے لئے جماعت کے فنڈ کو استعمال نہیں کرنا چاہتے۔ اس پر اُنہیں نیا فرنیچر خریدنے پر آمادہ کرنے کے لئے مجھے لمبی بحث کرنی پڑی اور کہنا پڑا کہ احمدیہ مرکز تبلیغ میں مناسب فرنیچر کی موجودگی آپ کی ذاتی آسائش کے لئے نہیں ہے بلکہ جماعت احمدیہ کے مراکز میں واقعتہً ایسا فرنیچر ہونا چاہئے جو آنے والے مہمانوں کے لئے راحت اور آرام کا باعث بنے اور دیکھنے میں بھی اچھا نظر آئے۔

۞...... اسلام آباد میں قیام کے دوران آپ کے ساتھ وقت گزارنے کا اور آپ سے بہت کچھ سیکھنے کا بھی مجھے موقع ملتا رہا۔ انگریزی کے بعض الفاظ کا تلفّظ سُننے تو

درست فرمادیتے۔ بعض ایسی عادات سے اجتناب کرنے کی طرف توجہ دلاتے جو ہماری تہذیب میں تو قابلِ قبول ہوجاتی ہیں لیکن برطانوی معاشرہ میں معیوب سمجھی جاتی ہیں۔ آپ خود بھی نہایت نفاست سے اپنے لباس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں سے بھی ایسی ہی توقع رکھتے تھے۔ جس بات کو درست سمجھتے اُس کا برملا اظہار کردیتے لیکن بعدازاں فیصلہ اگر آپ کی مرضی کے مطابق نہ بھی آتا تو بھی صدقِ دل سے اطاعت کرتے۔ مثلاً اسلام آباد کی سابقہ مسجد میں (جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الاسلام تجویز فرمایا تھا) نماز فجر کے لئے وقت مقرر کرنا ایک بڑا مرحلہ ہوتا تھا۔ محترم آرچرڈ صاحب نماز فجر کا وقت شروع ہونے کے فوراً بعد نماز ادا کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے بزرگ جن میں محترم محمد عثمان چینی صاحب بھی شامل تھے، بچوں میں نماز باجماعت کی عادت پختہ کرنے کی خاطر نماز فجر کا وقت ذرا دیر سے مقرر کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ جب بھی اس حوالہ سے گفتگو ہوتی تو محترم آرچرڈ صاحب مسجد فضل لندن کا حوالہ بھی دیتے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نماز فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد جلد ہی نماز پڑھانا پسند فرماتے تھے۔ تاہم اسلام آباد میں گفتگو ہوتی تو چونکہ کثرتِ رائے دیر سے نماز کا وقت مقرر کرنے کے حق میں نظر آتی اس لئے محترم آرچرڈ صاحب خاموش تو ہوجاتے لیکن چہرے سے بوجھل پَن کا اظہار ہوجاتا تھا۔ ایک دو بار ذاتی طور پر اس حوالہ سے گفتگو ہوئی تو پھر مجھے علم ہوا آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف لمبی نماز تہجد ادا کرنے کے عادی تھے بلکہ اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے اور موسم گرما میں راتوں کے بے حد چھوٹا ہونے کی وجہ سے بھی اپنی نیند پوری نہ کرپاتے تھے اور اس کی وجہ سے آپ کی دوسری ذمہ داریوں پر اثر پڑتا تھا۔ آپ کے معمولات میں نماز فجر کے بعد ہی آپ کو اتنا وقت مل سکتا تھا کہ آپ کچھ آرام فرماسکیں۔

اسی طرح آپ کے نظام کی اطاعت کرنے کا پہلو اُس وقت بھی سامنے آیا جب اردو اور عربی کے مخصوص الفاظ کو انگریزی زبان کی کتب (لٹریچر) میں لکھنے (Transliteration) کا معاملہ درپیش تھا۔ بعض علماء کا خیال تھا کہ 'ض'، 'ذ'، 'ز' اور 'ظ' کے حامل اردو الفاظ (مثلاً حضرت، رمضان، ظفر اور زکوٰۃ وغیرہ) کو انگریزی لٹریچر میں اس طرح درج کیا جائے کہ ان کے مخصوص حروف واضح طور پر ایک دوسرے سے جُدا نظر آئیں۔ کبھی کسی لفظ کو Z سے لکھا جاتا اور کبھی D سے۔ پھر کبھی اِن الفاظ کے اوپر نقطہ (Dot) ڈال دیا جاتا اور کبھی اِن کو underline کردیا جاتا یا ان کے نیچے لکیر کھینچ دی جاتی وغیرہ۔ ایسے میں محترم آرچرڈ صاحب اور کئی دیگر اہلِ علم وفضل کا اصرار تھا کہ اردو کے تمام الفاظ کی ٹرانسلیٹریشن کرتے وقت محض اُن کا تلفظ ملحوظ رکھنا چاہئے (یعنی مذکورہ سب الفاظ کو انگریزی میں حرف "Z" کے استعمال سے ہی ظاہر کیا جانا چاہئے) تاکہ بچوں اور نومسلموں کے لئے سہولت پیدا کی جائے۔ نیز محترم آرچرڈ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس طرح سے الفاظ کو ادل بدل کر لکھا جانے لگا تو یہ سلسلہ کبھی رُکنے والا نہیں ہوگا کیونکہ زبان دانی کے یہ نئے قواعد ماہرین لسانیات نہیں بنا رہے بلکہ یہ تو ایک بے بنیاد اور خود ساختہ اختراع ہیں اور ذاتی پسند و ناپسند پر مبنی ہیں۔ بہرحال محترم آرچرڈ صاحب کے مضبوط دلائل کے باوجود جب اصولی فیصلہ ہوگیا تو محترم آرچرڈ صاحب نے بادل نخواستہ نئے قواعد کی پابندی شروع بھی کردی لیکن اُن کے خدشات سو فیصد درست نکلے اور واقعتہً چند سال کے اندر ہی ہر حرف کی ساخت کئی کئی بار تبدیل ہوتی رہی اور کتب میں مختلف اندازِ اظہار نے پڑھنے والوں کی پریشانی میں مزید اضافہ کردیا۔

۞...... اسلام آباد میں قیام کے دوران محترم آرچرڈ صاحب کی خوبصورت شخصیت میں دو چیزیں وہاں آنے والوں کو بہت نمایاں دکھائی دیتی تھیں۔ ایک آپ کا نماز باجماعت میں انتہا درجہ کا شغف اور دوسرے بہت سی بلیوں کی پرورش۔ یہ بلیاں ہمہ وقت محترم آرچرڈ صاحب کے گھر کی سیڑھیوں پر اور گھر کے قرب وجوار میں بیٹھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بعض اوقات ان کی تعداد تیس کے قریب بھی ہوجاتی۔ آپ ان کی خوراک کا بھی خیال رکھتے اور موسم وغیرہ کے حوالہ سے بھی شفقت کا اظہار کرتے۔ بہت سے لوگ بلیوں سے اُنسیت کو دیکھ کر آپ کو حضرت ابوہریرہؓ سے مماثلت دیا کرتے تھے۔

۞...... اس مضمون کا اختتام بھی محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب کی ایک مختصر مگر بہت ہی خوبصورت تحریر پر کرنا چاہوں گا۔ دراصل آپ کی اکثر نظمیں اور مختصر نثری کاوشیں دوسروں کے لیے حوصلہ افزائی کا باعث، امید کی خوشگوار کرن، نیز اُن کی قلبی طمانیت اور ذہنی خوشی میں اضافہ کے لئے ہی تھیں۔ آپ واقعتہً بہت رقیق القلب اور دوسروں کی بہبود کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنے والا وجود تھے۔ چنانچہ اُن کی ایسی کوئی بھی تحریر جب بھی سامنے آتی ہے تو محترم آرچرڈ صاحب کا مسکراتا ہوا معصوم چہرہ بھی پس منظر میں دکھائی دینے لگتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

Until you have learned to be tolerant with those
who do not always agree with you ---
until you have cultivated the habit of saying some
kind word of those whom you do not admire---
until you have formed the habit of looking for the
good instead of the bad there is in others,
you will be neither successful nor happy.

مذکورہ بالا چند فقرات میں ''پُرمسرّت زندگی کے حصول کا کلیّہ'' بیان کیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

جب تک تم اپنے ساتھ اختلافِ رائے رکھنے والوں کے لیے قوّتِ برداشت کا مظاہرہ نہیں کرپاتے اور جب تک تم ناپسندیدہ لوگوں کے لیے پُرشفقت رویّے کے مظہر الفاظ ادا کرنے کی رِیت نہیں اپنالیتے، نیز جب تک تم دوسروں کی خامیوں کی جستجو کرنے کی بجائے اُن کی خوبیوں پر نظر رکھنے کی عادت نہیں ڈال لیتے...... تب تک تم ایک کامیاب اور خوش وخرم شخصیت کے مالک نہیں کہلا سکتے۔

۞...... حقیقت یہ ہے کہ محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب ایسے بابرکت وجودوں میں شامل تھے جو دوسروں کے لئے بے شمار دعائیں اور بہت عمدہ نمونہ چھوڑ کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعتہً ایسے بزرگ اشخاص میں سے تھے جنہوں نے دیکھنے والوں کو خدمت دین کے نئے اسلوب سے روشناس کیا اور خدمت انسانیت کے منفرد انداز پیش فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عابد وزاہد، شفیق علیٰ خلق اللہ اور بے شمار خوبیوں کے حامل وجود سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے آپ کے درجات کو بلند تر فرماتا چلا جائے اور ایسے نیک سیرت، خلافتِ احمدیہ کے جاں نثار اور سلطان نصیر ہمیشہ جماعت احمدیہ میں پیدا ہوتے چلے جائیں۔ آمین

بقیہ از صفحہ 14: خلافت کا ایک عظیم الشان مقصد......تجدید دین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں:

''خلفاء کی طرف سے مختلف وقتوں میں مختلف تحریکات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ روحانی ترقی کے لئے بھی جیسا کہ مساجد کو آباد کرنے کے بارہ میں ہے، نمازوں کے قیام کے بارہ میں ہے، اولاد کی تربیت کے بارہ میں ہے، اپنے اندر اخلاقی قدریں بلند کرنے کے بارہ میں ہے، وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارہ میں، دعوت الیٰ اللہ کے بارہ میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں، تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں اطاعت در معروف کے زُمرے میں یہی باتیں آتی ہیں۔ تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل تو کام نہیں کروانے، یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ اور سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ گزشتہ خطبہ میں ایک حدیث میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ امیر نے کہا کہ آگ میں کود جاؤ تو اس کی ایک اور روایت ملی ہے جس میں مزید وضاحت ہوتی ہے:

''حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عَلْقَمَۃ بِنْ مُجَزِّز کو ایک غزوہ کے لئے روانہ کیا جب وہ اپنے غزوہ کی مقرر جگہ کے قریب پہنچے یا ابھی وہ رستہ ہی میں تھے کہ ان سے فوج کے ایک دستہ نے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انہوں نے ان کو اجازت دے دی اور ان پر عبداللہ بن حذافہ بن قیس السہمی کو امیر مقرر کر دیا۔ کہتے ہیں میں بھی اس کے ساتھ غزوہ پر جانے والوں میں سے تھا۔ پس جب کہ ابھی وہ رستہ میں ہی تھے تو ان لوگوں نے آگ سینکنے یا کھانا پکانے کیلئے آگ جلائی تو عبداللہ نے (جو امیر مقرر ہوئے تھے اور جن کی حسِ مزاح بہت تیز تھی) کہا کیا تم پر میری بات سن کر اس کی اطاعت فرض نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ اس پر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو جو بھی حکم دوں گا تم اس کو بجالاؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم بجالائیں گے۔ اس پر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں تاکیداً کہتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود پڑو۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہو کر آگ میں کودنے کی تیاری کرنے لگے۔ پھر جب عبداللہ بن حذافہؓ نے دیکھا کہ یہ تو سچ مچ آگ میں کودنے لگے ہیں تو عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا اپنے آپ کو (آگ میں ڈالنے سے) روکو۔ (خود ہی یہ کہہ بھی دیا جب دیکھا کہ لوگ سنجیدہ ہو رہے ہیں)۔ کہتے ہیں پھر جب ہم اس غزوہ سے واپس آگئے تو صحابہ نے اس واقعہ کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کر دیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اُمراء میں سے جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب لاطاعۃ فی معصیۃاللّٰہ)

تو واضح ہو کہ نبی یا خلیفۂ وقت کبھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کر سکتا۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی واضح حکم کی خلاف ورزی امیر کی طرف سے دیکھو تو پھر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اور اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت راشدہ کا قیام ہو چکا ہے اور خلیفۂ وقت تک پہنچو جس کا فیصلہ ہمیشہ معروف فیصلہ ہی ہوگا انشاء اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہی ہوگا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ اب تم ہمیشہ معروف فیصلوں کے نیچے ہی ہو۔ کوئی ایسا فیصلہ انشاء اللہ تمہارے لئے نہیں ہے جو غیر معروف ہو۔'' (خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 343 تا 345)

بقیہ از صفحہ 6: روحانیت کا موسم بہار......رمضان المبارک

کے آخری دن سرورکونین محمد مصطفیٰ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا:

''کل سے تم پر ایک عظیم القدر مہینہ چڑھ رہا ہے۔ یہ بہت برکت والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس ماہ کے روزے فرض قرار دیے ہیں۔ اس کی راتوں میں تہجد کے لئے اٹھنا بہت بڑی طوعی نیکی ہے۔ اس ماہ میں جو کوئی نفلی کام کرتا ہے اسے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں فرض کے ادا کرنے سے ملتا ہے اور فرض کا ثواب تو اس ماہ میں ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ پھر یہ باہمی ہمدردی کا بھی مہینہ ہے۔ اس ماہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے اسے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کی گردن آگ سے آزاد کی جاتی ہے۔ اور روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کے بغیر روزہ افطار کرانے والے کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ 173 کتاب الصوم)

اس خطبہ نبوی میں رمضان المبارک کی بہت سی برکات کا ذکر موجود ہے۔ اور نبی ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جن پر روزہ فرض ہے روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ رمضان المبارک دعاؤں کی خاص قبولیت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذکر میں ہی فرمایا ہے: اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کہ مَیں دعا کرنے والوں کی دعاؤں کو خاص طور پر سنتا ہوں۔ لیلۃ القدر رمضان المبارک کا خاص موقع ہے جبکہ انوار و برکات سماویہ کا خاص نزول ہوتا ہے اور دلوں پر رحمتوں کی غیر معمولی بارش ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت بھی ایک خاص عبادت ہے جبکہ مومن دس دن کے لئے خدا کے گھر میں دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں اور روز و شب مسجد میں ہی عبادت اور ذکر میں بسر کرتے ہیں۔ روزہ اپنی ذات میں ہی ایک پُر کیف روحانی عبادت ہے، اس پر رمضان المبارک کے روزوں کی غیر معمولی برکات تو نور علیٰ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

روزہ کے بے شمار فوائد میں سے صرف 20 اختصار سے پیش ہیں: 1۔ تقویٰ جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔ 2۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ 3۔ امراض روحانی دُور ہوتی ہیں۔ 4۔ مشقت برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ 5۔ عفت و پاکدامنی حاصل ہوتی ہے۔ 6۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ 7۔ تہجد ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ 8۔ نوافل پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔ 9۔ علوم قرآنی کا انکشاف ہوتا ہے۔ 10۔ ترک اکل و شرب سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ 11۔ عقل انسانی کو نفس امارہ پر تسلط و غلبہ تامہ ہوتا ہے۔ 12۔ قوت ارادی بڑھتی ہے۔ 13۔ تہجد و نوافل پر مداومت حاصل ہوتی ہے۔ 14۔ صبح سویرے اٹھنے سے طبیعت میں بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ 15۔ کھانا کھانے کے اوقات میں باقاعدگی سے صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ 16۔ غرباء کی تکلیف کا احساس پیدا ہو کر ان سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ 17۔ ترکِ لغویات کی توفیق ملتی ہے۔ 18۔ قبولیت دعا کے نظاروں سے زندہ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ 19۔ تعمیل ارشاد الٰہی سے سرور و انبساط پیدا ہوتا ہے۔ 20۔ جنت میں خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ

(قسط دوم)

(مرتبہ: سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ)

احترام انسانیت

ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے سر نیچے جھکا کر آپ کے پاؤں پر رکھنا چاہا۔ حضرت نے ہاتھ کے ساتھ اس کے سر کو ہٹایا اور فرمایا:

''یہ طریق جائز نہیں۔ السلام علیکم کہنا اور مصافحہ کرنا چاہئے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 372)

مشاعرہ

ایک جگہ بعض شاعرانہ مذاق کے دوست ایک باقاعدہ انجمن مشاعرہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے متعلق حضورؑ سے دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

''یہ تضیع اوقات ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جاویں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں۔ ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سُنائے یا کسی اخبار میں چھپوائے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی نظمیں لکھی ہیں مگر اتنی عمر ہوئی آج تک کبھی کسی مشاعرہ میں شامل نہیں ہوئے۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کوئی شاعری میں اپنا نام پیدا کرنا چاہے۔ ہاں اگر حال کے طور نہ صرف قال کے طور پر اور جوشِ روحانی سے اور نہ خواہش نفسانی سے کبھی کوئی نظم جو مخلوق کے لیے مفید ہو سکتی ہو لکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 301)

احسان

حضرت اقدس علیہ السلام ہمیشہ احباب کو احسان اور حسن سلوک کی تلقین فرماتے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

''احسان ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔ اس سے انسان اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو زیر کر لیتا ہے۔ چنانچہ سیالکوٹ میں ایک شخص تھا جو کہ تمام لوگوں سے لڑائی رکھتا تھا اور کوئی ایسا آدمی نہ ملتا تھا جس سے اس کی صُلح ہو۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی اور عزیز و اقارب بھی اس سے تنگ آچکے تھے۔ اُس سے میں نے بعض دفعہ معمولی سا سلوک کیا اور وہ اس کے بدلہ میں کبھی ہم سے بُرائی سے پیش نہ آتا بلکہ جب ملتا تو بڑے ادب سے گفتگو کرتا۔ اسی طرح ایک عرب ہمارے ہاں آیا اور وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہاں تک کہ جب اس کے سامنے وہابیوں کا ذکر بھی کیا جاتا تو گالیوں پر اُتر آتا۔ اس نے یہاں آکر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اس کی کچھ پروا نہ کرکے اس کی خدمت خوب کی اور اچھی طرح سے اس کی دعوت کی۔ اور ایک دن جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو خوب گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اس کو کہا کہ جس کے گھر تم مہمان ٹھہرے ہو وہ بھی تو وہابی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اس شخص کا مجھ کو وہابی کہنا غلط نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ خیر وہ شخص چند دن کے بعد چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دفعہ لاہور میں مجھ کو پھر ملا۔ اگرچہ وہ وہابیوں کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا مگر چونکہ اس کی تواضع اچھی طرح سے کی تھی اس لیے اس کا وہ تمام جوش وخروش دب گیا اور وہ بڑی مہربانی اور پیار سے مجھ کو ملا۔ چنانچہ بڑے اصرار کے ساتھ مجھ کو ساتھ لے گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کا وہ امام مقرر ہوا تھا مجھ کو بٹھلایا اور خود نوکروں کی طرح پنکھا کرنے لگا اور بہت خوشامد کرنے لگا کہ کچھ چائے وغیرہ پی کر جاویں۔ پس دیکھو کہ احسان کس قدر دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 302)

اسلام اور آنحضرتؐ کی عزت

فرمایا: ''جبکہ ہم نے براہین کا اشتہار دیا کہ اگر کوئی ان دلائل کو توڑے تو اس کو ہم دس ہزار روپیہ دیں گے تو یہ اشتہار صدقِ نیت سے تھا۔ ہم نے اتنا ہی روپیہ لکھا تھا جتنا کہ ہم دے سکتے تھے اور یہی اس وقت ہمارے پاس جمع ہو سکتا تھا۔ صرف اسلام کی محبت کے واسطے اور آنحضرت ﷺ کی عزت قائم کرنے کی خاطر ہم نے ایسی کتاب لکھی اور اس کے ساتھ اتنا اشتہار دیا ورنہ ہم کو ہرگز وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہم اس کے ذریعہ سے کوئی روپیہ کمائیں اور کسی قسم کی دنیوی ملونی اس میں نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں دس ہزار چھوڑ کر ایک روپیہ بھی نہ دینا پڑا بلکہ کئی دس ہزار روپیہ اس کے بعد ہمارے پاس آیا۔ یہ خلوصِ نیت کا نتیجہ تھا۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 351)

صدق اور مردانہ ہمت

14 ستمبر 1907ء کو قادیان میں ایک بیرسٹر صاحب تشریف لائے جن کا نام مسٹر فضل حسین صاحب تھا۔ ان کے ساتھ ہی میاں حسین بخش صاحب پینشنر رئیس بٹالہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے بھی ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران حضرت اقدسؑ نے اسلام کی ترقی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''بعض مسلمانوں کو خیال ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بے قیدی سے ترقی ہوگی مگر میں اس راہ کو سخت مضر اور خطرناک سمجھتا ہوں۔ مسلمان جب ترقی کریں گے خدا پرستی سے کریں گے۔ جس طرح پر اوائل میں اسلام نے ترقی کی وہی خدا اب بھی موجود ہے۔...... میں تو یہی ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر اُسے نہ چھوڑے تو ساری دُنیا اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر خالص سونا لینا ہو تو پابندی شریعت سے ملے گا۔ ہاں اگر رأس المال بھی کھونا ہو تو پھر بے قیدی اختیار کرے۔...... سو اصدق اور مردانہ ہمت کے کام نہیں چلتا۔ ہم پر اس قدر مقدمے کئے گئے مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان باتوں سے ڈر کر ہم نے قدم پیچھے ہٹایا۔ یہ تو شرک ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 375-376)

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

حضور علیہ السلام کے صاحبزادہ حضرت مرزا مبارک احمد صاحبؓ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کی وفات سے متعلق چونکہ آپ کو پہلے سے ہی خبر دے دی گئی

تھی اس لئے آپ نے خدا تعالیٰ کی بات کے پورا ہونے پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا:

’’قضاء وقدر کی بات ہے۔اصل مرض سے (مبارک احمد نے) بالکل مخلصی پالی تھی۔ بالکل اچھا ہو گیا تھا۔ بخار کا نام ونشان بھی نہ رہا تھا۔ یہی کہتا رہا کہ مجھے باغ میں لے چلو۔ باغ کی خواہش بہت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی موت کی خبر دے رکھی تھی۔ تریاق القلوب میں لکھا ہے: اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ۔ پھر ایک جگہ پیشگوئی ہے: ’ہےتو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر‘۔ پھر کئی دفعہ یہ الہام بھی ہوا ہے: اِنَّمَایُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ بڑا تطہیر کا موقع ہے۔ ان کو بڑے بڑے تعلقات ہوتے ہیں اور اُن کے ٹوٹنے سے رنج بہت ہوتا ہے۔ میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی۔ گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے۔ میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخرنتیجہ موت ہی ہونا ہے یا کچھ اور ہے۔‘‘ (ملفوظات جلدنہم صفحہ 378)

خداتعالیٰ سے تسلی اور رضا بالقضاء

فرمایا:

’’بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ مبارک احمد کا مرنا ہمارے واسطے سخت رنج اور صدمہ کا سبب ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس واقعہ پر خدا تعالیٰ نے کس قدر تشفی اور تسلی اور اپنی خوشنودی کا اظہار اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے صبر اور شکر اور والدہ مبارک احمد کے صبر پر جو خوشی کا اظہار کیا ہے اور فتح ونصرت کے وعدے دیے ہیں اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیرے ہر قدم کے ساتھ ہوگا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ والدہ مبارک احمد نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا خوش ہو جانا مجھے ایسا پیارا ہے کہ اگر وہ ہزار مبارک احمد مرجائے تو مجھے اس کا غم نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلدنہم صفحہ 435)

اسی طرح فرمایا:

’’خدا تعالیٰ اتنی مدت سے ہم پر رحم کرتا آیا ہے۔ ہر طرح سے ہماری خواہش کے مطابق کام کرتا آیا ہے اور اس نے اٹھارہ برس کے عرصہ میں ہم کو طرح طرح کی خوشیاں پہنچائیں اور انعام واکرام کئے۔ گویا اپنی رضا پر ہماری رضا کو مقدم کر لیا۔ پھر اگر ایک دفعہ اس نے اپنی مرضی ہم سے منوانی چاہی تو کون سی بڑی بات ہے۔ اگر ہم باوجود اس کے اس قدر احسانات کے پھر بھی جزع فزع اور واویلا کریں تو ہمارے جیسا احسان فراموش کوئی نہ ہوگا۔ اور پھر اس نے تو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ دوستی تو اسی کو کہتے ہیں کہ کچھ دوست کی باتیں مانی جاویں اور کچھ اس کو منوائی جاویں۔ یہ تو دوستی نہیں کہ اپنی ہی منواتے جانا اور جب دوست کی بات ماننے کا وقت آئے تو بُرا منانا۔ پس جب کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے تعلق کیا ہے تو چاہیے کہ کچھ اس کی مانیں اور کچھ اس سے منوائیں۔‘‘ (ملفوظات جلدنہم صفحہ 481)

خداخوش ہوگیا

ابتلاؤں کے وقت جو دلی کیفیت حضورؑ کی ہوتی تھی اس کا اندازہ آپ کے اس قول سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

’’کئی دنوں سے ابتلاؤں کا سامنا تھا۔ بیس پچیس دن راتوں میں سویا بھی نہیں۔ آج ذرا سی میری آنکھ لگ گئی تو یہ فقرہ الہام ہوا: ’’خدا خوش ہو گیا‘‘۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم اس بات سے بہت خوش ہوا ہے کہ اس ابتلا میں میں پورا اُترا ہوں۔ اور اس الہام کا یہی مطلب ہے کہ اس ابتلا میں تُو پورا اُترا۔

اس کے بعد پھر آنکھ لگ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوشخط خوبصورت کاغذ میرے ہاتھ میں ہے جس پر کوئی پچاس ساٹھ سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو پڑھا ہے مگر اس میں سے یہ فقرہ مجھے یاد رہا ہے کہ ’یَا عَبْدَاللّٰہِ اِنِّیْ مَعَکَ ‘یعنی اے خدا کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں اور اس کو پڑھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ گویا خدا کو دیکھ لیا۔ دیکھو ہمارے ساتھ تو خدا تعالیٰ کے یہ معاملے ہیں اور یہ ہیں جو ہماری ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کو اپنے دین کا بیڑا غرق کر دینا منظور ہے تو جو چاہے سو کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا مگر یہاں تو اس نے بڑے بڑے وعدے دیے ہوئے ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلدنہم صفحہ 398)

ہمارا ہتھیار دعا ہے

فرمایا:

’’دشمن بد اندیش صرف عداوت کے سبب ہماری ہر بات اور ہر فعل پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ اس کا دل خراب ہے اور جب کسی کا دل خراب ہوتا ہے تو پھر چاروں طرف اندھیرا ہی نظر آتا ہے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے۔ مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دَم سے کافر مریں گے یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا۔ اگر میں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہوسکتا ہے تو میں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہو سکیں گے۔ دعا میں بڑی قوتیں ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا۔ راستہ میں ایک فقیر نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو ورنہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کروں گا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ تُو ایک بے سروسامان فقیر ہے تو کس طرح میرے ساتھ لڑائی کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا کہ میں صبح کی دعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔

غرض دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اَور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلدنہم صفحہ 27-28)

ہمدردی کا رنگ

ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف حضور کی ملاقات کے واسطے قادیان آئے تھے قبل نماز ظہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ ان کو کچھ نصیحت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا:

’’ہر ایک شخص کا ہمدردی کا رنگ جدا ہوتا ہے۔ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس

جائیں تو وہ آپ کے ساتھ یہی ہمدردی کر سکتا ہے کہ آپ کی کسی بیماری کا علاج کرے اور اگر کسی حاکم کے پاس جائیں تو اس کی ہمدردی یہ ہے کہ کسی ظالم کے ظلم سے بچائے۔ ایسا ہی ہر ایک کی ہمدردی کا رنگ جدا ہے۔ ہماری طرف سے ہمدردی یہ ہے کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا روزے چند ہے۔ اگر یہ خیال دل میں پختہ ہو جائے تو تمام جھوٹی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف اپنا دل لگاتا ہے۔ لمبے منصوبے اور ناجائز کارروائیاں انسان اسی واسطے کرتا ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ زندگی کے ایام کتنے ہیں۔ جب انسان جان لیتا ہے کہ موت اس کے آگے کھڑی ہے تو پھر وہ گناہ کے کاموں سے رُک جاتا ہے۔ خدا رسیدہ لوگوں کو ہر روز اپنے اور اپنے دوستوں کے متعلق معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے۔ اس واسطے وہ دُنیا کی باتوں پر خوش نہیں ہو سکتے اور نہ اُن پر تسلی پکڑ سکتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 32)

غیر مذہب والوں سے سلوک

ہندو دیوان صاحب نے عرض کیا کہ مجھے تو لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی سے پیش آتے ہیں۔ میں نے یہ سب بات اس کے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا:

''لوگ جھوٹی خبریں اُڑا دیتے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے وسیع اخلاق سکھلائے ہیں بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم پوری طرح سے آپ کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی قومی رسم کے مطابق ہمارا کھانا کھالینا جائز نہیں۔ ایسے ہندو مہمانوں کے کھانے کے انتظام ہم کسی ہندو کے ہاں کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کھانے کی ہم خود نگرانی نہیں کر سکتے۔ ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلافِ مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابلِ رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حِلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 35)

ائمہ کی عزت وتکریم

ائمہ کرام کی عزت وتکریم کے متعلق آپؑ نے فرمایا:

''ائمہ کے حق میں سخت کلامی کرنا بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جس زمانہ میں یہ بزرگ گزرے ہیں اگر وہ دین کی خدمت نہ کرتے تو ہزارہا خرابیاں پیدا ہو جاتیں۔ یہ لوگ اسلام میں بطور چاردیواری کے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا خدا تعالیٰ کے واسطے کیا اور شریر لوگوں کو حد سے بڑھنے سے بچایا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور بےنفس ہو کر اسلام کی خدمت کی۔ ان لوگوں کی طرح وہ نہ تھے کہ ہر وقت دُنیا کو مقدم رکھتے۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 48)

''وقت نہایت قیمتی چیز ہے جو وقت کو استعمال کرے گا وہی جیتے گا اور جو ضائع کرے گا وہ ہار جائے گا۔''

(فرمان مصلح موعود الفضل 23 فروری 1952ء)

دعا۔ اصول دعا

ایک شریف النفس انسان نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں اپنے بعض ذاتی امور کے واسطے دعا کے لئے درخواست کی۔ اس پر حضورؑ نے اسے دعا اور اصولِ دعا کے متعلق سمجھاتے ہوئے فرمایا:

''میں آپ کے واسطے انشاء اللہ دُعا کروں گا۔ مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اصولِ دعا میں سے یہ بات ہے کہ جب تک انسان کو کسی کے حالات کے ساتھ پورا تعلق نہ ہو تب تک وہ رقت اور درد اور توجہ نہیں ہو سکتی جو دُعا کے واسطے ضروری ہے اور اس قسم کے حضور اور توجہ کا پیدا کرنا دراصل اختیاری امر نہیں ہے۔ دعا میں کوشش ہر دو طرف سے ہونی ضروری ہے۔ دُعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے حضور میں توجہ کرنے میں کوشش کرے اور دُعا کرانے والا اس کو توجہ دلانے میں مشغول رہے۔ بار بار یاد دلائے خاص تعلق پیدا کرے۔ صبر اور استقامت کے ساتھ اپنا حال زار پیش کرتا رہے تو خواہ مخواہ کسی نہ کسی وقت اس کے لئے درد پیدا ہو جائے گا۔

میرا مذہب یہ ہے کہ کیسی ہی مشکلات مالی یا جانی انسان پر پڑیں ان سب کا آخری علاج دُعا ہے۔...... انسان پر جس قدر مصائب مالی یا جانی وارد ہوتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کی نارضامندی کے سبب سے ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی حالت میں تبدیلی کرے اور خدا تعالیٰ کو راضی کرے۔ تب تمام تکالیف، درد دُور ہو جاتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 50-49)

فرمایا: ''میرے ساتھ عادت اللہ یہ ہے کہ جب میں کسی امر کے واسطے توجہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں تو اگر وہ توجہ اپنے کمال کو پہنچ جائے اور دُعا اپنے انتہائی نقطہ کو حاصل کر لے تب ضرور اس کے متعلق کچھ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب انسان خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے تو اکثر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا قبول کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض اَور بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتا دیتا ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 51،53)

ایک نابینا کے ساتھ شفقت اور اظہار تعزیت

حافظ محمد ابراہیم صاحب جن کی بیوی قریب عرصہ میں فوت ہو چکی تھی۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس نے حافظ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ پرانی بیوی کے مرنے کا بہت صدمہ ہوا ہے اب آپ صبر کریں تا کہ آپ کے واسطے ثواب ہو۔ آپ نے اپنی بیوی کی بہت خدمت کی ہے۔ باوجود اس معذوری کے کہ آپ نابینا ہیں آپ نے خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر ہے۔ مرنا تو سب کے واسطے مقدر رہے۔ آخر ایک نہ ایک دن سب کے ساتھ یہی حال ہونے والا ہے۔ مگر غربت کے ساتھ بےشر ہو کر مسکینی اور عاجزی میں جو لوگ مرتے ہیں ان کی پیشوائی کے واسطے گویا بہشت آگے آتا ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ 54)

مخالفین کا رویہ اور حضرت اقدسؑ

ایک اخبار کی مخالفانہ اور تعصب اور جھوٹ سے بھری ہوئی تحریر جب حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے اس پر فرمایا: ”یہ لوگ لکھ لیں جو کچھ ان کا جی چاہتا ہے مگر کب تک؟ آخر کار سچائی سچائی ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے اور دنیا کے سامنے جلد کُھل جائے گا کہ حق پر کون ہے اور جھوٹے خود بخود مٹ جائیں گے کیونکہ جھوٹ کو کبھی فروغ نہیں ہوسکتا۔ مخالفت ہمیشہ راستبازوں کی ہوتی ہے۔ جھوٹوں کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 55-56)

کوئی بیماری لاعلاج نہیں

ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔ اس پر حضور نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا:

”میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہوسکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہوجاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے ہاتھ میں سب شفا ہے۔

نیز فرمایا: سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیرا دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی یہاں تک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا ”آثار زندگی“۔ اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔ بیمار کو چاہیے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہیے۔“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 61-62)

توکل علی اللہ

کسی دشمن کا ذکر تھا کہ وہ شر کرے گا اور حضور کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس پر حضور نے فرمایا:

”ہم اس بات سے کب ڈرتے ہیں۔ وہ بے شک کرے بلکہ ہم خوش ہیں کہ وہ ایسا کرے۔ کیونکہ ایسے ہی موقع پر اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے نشانات دکھلاتا ہے۔ ہم خوب دیکھ چکے ہیں کہ جب کبھی کسی دشمن نے ہمارے ساتھ بدی کے واسطے منصوبہ کیا خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اس میں سے ایک نشان ہماری تائید میں ظاہر فرمایا۔ ہمارا بھروسا خدا پر ہے، انسان کچھ چیز نہیں۔“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 65-66)

احباب کی موت پر صدمہ کا اظہار

صاحب نور مرحوم کا ذکر تھا۔ حضرتؑ نے احمد نور کو جو نور مرحوم کے بھائی تھے مخاطب کر کے فرمایا:

”خدا اس کو بہشت نصیب کرے۔ میں اس کی اچانک موت کی خبر سن کر صدمہ سے خود بیمار ہوگیا تھا۔ اس واسطے جنازہ پڑھنے کے واسطے باہر نہ آسکا۔“

مولوی احمد نور صاحب نے ذکر کیا کہ رات بھر قرآن شریف پڑھتا رہا تھا اور صبح کو بالکل تندرست دکان پر بیٹھا تھا کہ اچانک موت آگئی۔ دوسرے لوگوں نے ذکر کیا کہ نیک آدمی تھا۔ دنیاوی دھندوں جھگڑوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ علیحدہ رہتا تھا۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: ”وہ تو دنیوی تعلقات پہلے ہی چھوڑ کر اور ہجرت کر کے قادیان میں آبسا تھا۔“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 70-71)

مہمان نوازی کے لئے تاکید

ایک شخص بابا چٹو صاحب حضرت اقدسؑ کے پاس بعض معلومات حاصل کرنے کے واسطے آئے۔ آپؑ نے ان کی مہمان نوازی کے لئے تاکید فرمائی اور پھر بابا چٹو سے بعد سلام فرمایا:

”حضرت اقدس: آپ اچھی طرح سے ہیں؟ آپ تو ہمارے پرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔

بابا چٹو: شکر ہے۔

حضرت اقدس: (حکیم محمد حسین قریشی کو مخاطب کر کے) یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے کھانے ٹھہرنے کا پورا انتظام کردو۔ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کردو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کرے۔

حکیم محمد حسین: بہت اچھا حضور۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 72)

اموال اور نفوس سب خدا تعالیٰ کی راہ میں

آپؑ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اگر ہمارے پاس کبھی کچھ ہو تو دوسرے دن سب خرچ ہوجاتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے جماعت کا ہوتا ہے اور وہ بھی لنگر خانہ میں خرچ ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات کچھ بھی نہیں رہتا تب خدا تعالیٰ کہیں سے بھیج دیتا ہے۔ اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی پوری پوری قدر نہیں سمجھتے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (الانعام:92) خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے: وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (الذٰریٰت:23) چونکہ خدا پر پورا ایمان نہیں ہوتا اس لئے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی دریغ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں مال تو پھر مال ہے اس راہ میں تو جانیں بھی قربان کر دینی چاہئیں۔“ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 410)

دوستوں کے وجود سے راحت

فرمایا:

”جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔ اسے ڈرنا چاہیے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہوجائے، تو ہمارے مُہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں، ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دُور پھینکنا چاہیے۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 455)

(باقی آئندہ)